جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلّہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

جلد ۲ ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۲۸ھ ○ دسمبر ۲۰۰۷ء شمارہ ۱۱



بانی فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست

ذوالقعدۃ تا المحرم ۱۴۲۸ھ دسمبر ۲۰۰۷ء



خط وکتابت کیلئے:

دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

فون : 048-6786002/6786899 E-mail-alhaqqania@yahoo.com

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی **پرنٹر**: جناب محمد منیر صاحب فائن پرنٹنگ پریس سرگودھا

مقام اشاعت جامعہ حقانیہ ساہیوال **کمپوزر**: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

کلمۃ الحق مفتی سید عبدالقدوس ترمذی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب "عکس جمیل" کی اشاعت

؎ للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ کی عظیم علمی اور عبقری شخصیت بلاشبہ کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، حق تعالیٰ نے آپ کو جو بلند مقام عطا فرمایا ہے اس کی بنا پر ہر وہ شخص جس کا دین اور اہل علم سے کچھ بھی تعلق ہے وہ یقیناً آپ کی شخصیت سے متعارف ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے اگر چہ اپنے آپ کو چھپانے اور مٹانے کی بہت کوشش فرمائی لیکن چاند اور سورج جب طلوع ہو جائے تو اسے دنیا دیکھتی ہے، وہ چھپائے نہیں چھپ سکتے۔

حضرت مفتی صاحب ایک عظیم علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے آپ نے جس ماحول میں پرورش پائی وہ قابل رشک ماحول تھا اسی طرح جن علمی مراکز میں آپ نے تعلیم حاصل کی اور جن شیوخ اکابر اور اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے وہ بھی اپنے دور کے آفتاب و ماہتاب تھے، تھانہ بھون اور سہارنپور کی علمی عظمت و رفعت اور بلندیوں سے کون ناواقف ہے، بلاشبہ حضرت اقدس علامہ خلیل احمد سہارنپوری، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی سے براہ راست اکتساب فیض اور ان سے علمی و روحانی استفادہ نے آپ کو شریعت وطریقت کا امام بنادیا تھا، آپ نے ان حضرات سے نہ صرف علوم ظاہری کی تکمیل کی بلکہ علوم باطنی میں بھی کمال استفادہ فرمایا۔

جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کی تعلیم خاصی مضبوط اور مشکل شمار کی جاتی تھی اس کے باوجود آپ نے اپنی خداداد ذہانت سے دورہ حدیث شریف میں اول پوزیشن حاصل کی کچھ عرصہ آپ نے مظاہر العلوم سہارنپور کے علاوہ دیگر مقامات پر تدریسی فرائض انجام دیئے لیکن بالآخر مشفق اساتذہ کرام نے مادر علمی میں تدریس کیلئے تقرر فرمادیا آپ نے اپنی محنت، استعداد اور قابلیت سے تدریس کا حق ادا فرمادیا اور وہاں بجا طور پر آپ شیخ الادب مشہور ہوئے، اپنی مادر علمی میں برس ہا برس تدریس کے بعد حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے حکم پر آپ ۱۳۶۰ھ میں خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون منتقل ہوئے،

حضرت حکیم الامت کی خدمت اور آپ کی سرپرستی میں تدریس اور فتاویٰ کا ایسا معیاری کام کیا جس پر حضرت حکیم الامت نے اپنی مکمل خوشی کا اظہار فرمایا، احکام القرآن کی دو منزلوں کی تالیف کیلئے بھی حضرت حکیم الامت کی نگاہ انتخاب آپ جیسے قابل جوہر پر پڑی جسے آپ نے بحسن وخوبی مکمل فرما کر حضرت کی تمنا کو بحسن خوبی پورا کر دیا۔

حضرت کی وفات کے کچھ عرصہ بعد آپ پھر مادر علمی مظاہر العلوم میں تشریف لے آئے اور ۱۹۵۴ء تک یہاں تدریس پر مامور رہے، پاکستان میں منتقل ہوئے تو جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد میں آپ کا تقرر ہوا، اسی دوران کچھ عرصہ دارالعلوم الاسلامیہ بھی رہے، اس کے بعد مستقل جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ میں تدریس اور افتاء کا کام کیا، عمر کے آخری حصہ میں دارالعلوم الاسلامیہ میں احکام القرآن منزل رابع کی تکمیل فرمائی، آپ نے بلا مبالغہ لاکھوں تحقیقی و علمی فتاویٰ لکھے اور سینکڑوں مضامین تحریر فرمائے، بیسیوں رسائل اور کتب تحریر کیں اور نوے سال کی طویل مگر علمی مشاغل میں بے حد مصروف و منہمک عمر پا کر بالآخر آپ دسمبر ۱۹۹۴ء میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔

آپ کی باقیات صالحات میں جہاں آپ کے ہزاروں تلامذہ بے شمار گرانقدر فتاویٰ اور سینکڑوں علمی مضامین و کتب ہیں وہیں حق تعالیٰ نے آپ کو باکمال اور صاحب علم و فضل اولاد کی نعمت سے بھی مالا مال فرمایا، عارف باللہ حضرت مولانا مشرف علی صاحب تھانوی مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ کامران بلاک لاہور صحیح معنی میں آپ کے علمی جانشین ہیں جبکہ علم تجوید و قراءت میں فضیلۃ الاستاذ الدکتور حضرت مولانا قاری المقری احمد میاں تھانوی مدظلہ ایک ممتاز مقام کے حامل اور نامور قراء کرام کے استاذ ہیں، جناب محمد میاں تھانوی صاحب بھی علمی گھرانہ کے چشم و چراغ اور صاحب علم ہیں، حضرت مفتی صاحب کے سب سے چھوٹے فرزند گرامی محترم جناب مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی زید مجدہم اپنی گوناگوں مختلف و متنوع دینی، علمی اور تحقیقی خدمات کی بنا پر اس وقت ملک کی مشہور نامور اور مؤثر شخصیت ہیں، غرضیکہ پورا گھرانہ ہی ع ایں خانہ ہمہ آفتاب است کا مصداق ہے، وذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم۔

ایک عرصہ سے علمی حلقوں میں شدت سے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ اس نابغۂ عصر اور یادگار تھانہ بھون، دیوبند و سہارنپور جامع کمالات علمیہ و عملیہ فخر اسلاف مفتی اعظم، فقیہ ملت محقق و مدقق،

مفسر، محدث، ادیب واریب، المعی ولوذعی، جامع شریعت وطریقت، عظیم مصنف ومؤلف کی ایک ایسی جامع سوانح تحریر کی جائے جس میں آپ کی زندگی کے تمام گوشوں پر سیر حاصل کلام ہوتا کہ امت آپ کے علمی وعملی کمالات، حالات اور خدمات نیز مختلف دینی، سیاسی، فقہی کارناموں سے واقف ہو سکے اور یہ جامع سوانح آپ کیلئے باقیات صالحات اور دنیا میں آپ کے ذکر جمیل کے باقی رہنے کا ذریعہ بھی بن سکے، یہ دین قوی (یہاں لغوی معنی مراد ہے یعنی ایسا قرض جو ہر حال میں واجب الادا ہو اور جس کے سقوط کی کوئی صورت نہ ہو) اور قرض حسنہ عرصہ سے آپ کے جملہ متعلقین واحباب اور بطور خاص آپ کی صالح اور باکمال اولاد کے ذمہ تھا بالآخر جس کے ادا کرنے کی توفیق وسعادت آپ کی اولاد صالحہ میں سے اصغر الاولاد جناب مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی زید مجدہم کے حصہ میں آئی، انہوں نے اس کٹھن اور مشکل ترین مرحلہ کو اپنے برادر گرامی قدر جانشین حضرت فقیہ الامت جناب حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہ کی سرپرستی اور مکمل نگرانی میں بحسن وخوبی مکمل کیا، جس پر یہ دونوں حضرات بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں، جزاهم الله تعالىٰ خير الجزاء۔

ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی ایک عرصہ تک حضرت مفتی صاحب کی خدمت کرتے رہے ہیں آپ کی مجالس اور صحبت سے بھی انہوں نے خوب استفادہ کیا ہے حضرت مفتی صاحب کے مؤلفہ احکام القرآن کی منزل ثالث کی تبییض کے علاوہ آپ کے وقیع فتاویٰ پر پی ایچ ڈی اور بہت سے مضامین ومقالات پر گرانقدر کام کی وجہ سے "عکس جمیل" کی تالیف کیلئے ان کا انتخاب "انتخاب لاجواب" اور ع حق بحق دار رسید، کی ایک عمدہ مثال ہے۔

حضرت کے علمی وفقہی، دینی کمالات کے بیان کے ساتھ ساتھ انہوں نے ع صاحب البيت ادرىٰ بما فيه کے پیش نظر حضرت کے خانگی حالات کو بھی خوب بیان کیا ہے۔

بنیادی طور پر "عکس جمیل" کو فاضل مرتب نے چار حصوں میں مرتب کیا ہے:

پہلا حصہ تعارفی مباحث پر مشتمل ہے اس میں چھ باب ہیں، پہلے باب میں تھانہ بھون اور اس کی بعض معروف شخصیات کا تذکرہ ہے، دوسرا باب ذکر جمیل کے عنوان سے مرتب کیا گیا ہے جس میں حضرت مفتی صاحب کی پیدائش، تعلیم وتربیت اولاد واحفاد اور سوانح سے متعلق کچھ واقعات ذکر کئے گئے ہیں، تیسرے باب میں مفتی صاحب کے سفر حج وعمرہ اور سفر ہجرت کا مختصر تذکرہ ہے، چوتھا باب

اصلاح وتربیت باطن سے متعلق چند امور پر مشتمل ہے جس میں حضرت کے مشائخ کا تذکرہ اور آپ کے بعض اصلاحی خطوط نقل کر دیئے گئے ہیں، پانچویں باب میں حضرت مفتی صاحب کی علالت و رحلت کا تذکرہ اور چھٹے باب میں آپ کے نصیحت آموز اور دلچسپ واقعات ذکر کئے گئے ہیں۔

دوسرا حصہ آپ کی علمی و تحقیقی خدمات کے تذکرہ پر مشتمل ہے، اس کے سات باب ہیں پہلے باب میں مفتی صاحب کی تدریسی خدمات کا تذکرہ، دوسرے میں تفسیری خدمات، تیسرے میں حدیثی خدمات، چوتھے میں فقہی خدمات، پانچویں میں ملی وسیاسی خدمات، چھٹے باب میں صحافتی خدمات اور ساتویں باب میں ادبی و شعری خدمات کو ذکر کیا گیا ہے۔

تیسرا حصہ حضرت مفتی صاحب کی تصنیفات وتالیفات کے مختصر تعارف پر مشتمل ہے، پہلا باب عربی اور اردو تالیفات کا تعارف اور دوسرا باب منظوم تالیفات کے مختصر تعارف پر مشتمل ہے، تیسرے اور آخری باب میں حضرت مفتی صاحب کے علمی و تحقیقی مضامین کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔

چوتھا حصہ نقوش وتأثرات کے عنوان سے مرتب کیا گیا ہے، یہ حصہ دو ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب میں حضرت مفتی صاحب کے انتقال کے موقع پر مختلف جرائد و رسائل میں علماء امت نے حضرت مفتی صاحب کے بارے میں جو دارئیے اور مضامین تحریر فرمائے اور علماء نے جو تعزیتی خطوط ارسال فرمائے ان میں سے چند کے اقتباسات نقل کئے گئے ہیں اور چند اخباری تراشے بھی اس میں شامل ہیں، اس کا دوسرا حصہ منظوم خراج عقیدت پر مشتمل ہے اور آخر میں کچھ منظوم تواریخہائے وفات ذکر کی گئی ہیں۔

کتاب کی اس اجمالی فہرست سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پوری کتاب ہی پڑھنے کے لائق اور انتہائی مفید ہے تاہم کتاب کا باب اول جس میں تھانہ بھون کی معروف شخصیات کا ذکر کیا گیا ہے اور سلوک وتصوف سے متعلق باب چہارم، باب ششم یادگار واقعات کے علاوہ فقہی خدمات کا تذکرہ بڑے خاصہ کی چیز ہیں، انداز بیان سادہ مگر انتہائی دلکش ہے، کتابت، کاغذ اور طباعت بہت ہی معیاری ہے اور ضخامت بھی چھ صد صفحات سے متجاوز ہے ادارہ اشرف التحقیق دارالعلوم الاسلامیہ لاہور کی مطبوعات میں "عکس جمیل" کی طباعت ایک گرانقدر اضافہ ہے، پوری کتاب ظاہری و باطنی خوبیوں

کا مرقع اور صحیح معنی میں ''عکس جمیل'' ہے۔

اہل ذوق اور ارباب دانش، اصحاب فضل وکمال کیلئے ''عکس جمیل'' ایک عظیم علمی، تحقیقی، فقہی، ادبی تحفہ ہے، امید ہے کہ وہ بھرپور طریقہ سے اس کی قدر کریں گے۔

احقر کی یہ عظیم سعادت اور خوش قسمتی ہے کہ حضرت اقدس والد گرامی فقیہ العصر یادگار سلف مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی قدس سرہ کی برکت سے مجھے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی زیارت اور خدمت میں رہنے کا موقع نصیب ہوا اور آپ کی شفقتیں وعنایتیں عطا ہوئیں، احقر نے جو واقعات وحالات سنے یا دیکھے بحمداللہ تعالیٰ وہ ''عکس جمیل'' میں پورے طور پر موجود ہیں جنہیں پڑھ کر حضرت کی مجلس کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ گیا اور جناب ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی کیلئے دل سے دعائیں نکلیں، حضرت اقدس قدس سرہ کی عنایت ونوازشات کے پیش نظر دل چاہتا ہے کہ کوئی مضمون آپ سے متعلق لکھا جائے ''عکس جمیل'' دیکھنے کے بعد اگرچہ اس کی ضرورت نہیں رہی، تاہم اگر حق تعالیٰ نے موقع عنایت فرمایا تو ''بزم جمیل'' کے شرکاء میں شامل ہونے کی غرض سے شاید اس وقت یہ عرض کرسکوں۔

اجازت ہو تو آ کر میں بھی شامل ان میں ہو جاؤں
سنا ہے کل تیرے در پر ہجوم عاشقاں ہو گا

''عکس جمیل'' حضرت اقدس مفتی صاحب رحمہ اللہ کی زندگی یا وفات کے فوراً بعد شائع نہیں ہوسکی بلکہ آپ کی وفات کے بھی تقریباً تیرہ سال بعد اب منظر عام پر آئی ہے، لیکن اس کے باوجود بھی یہ انتہائی قابل قدر اور ؎ دیر آید درست آید، کی مصداق ہے۔

حق تعالیٰ اسے حسن قبولیت عطا فرمائے اور اس کے نفع کو عام وتام فرماویں، آمین

فقط

احقر سید عبدالقدوس ترمذی غفرلہ
۱۲/شوال المکرم ۱۴۲۸ھ

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

درس قرآن کریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون ختم اللّٰہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب الیم۔

خلاصہ تفسیر

بے شک وہ لوگ جو کافر ہو چکے ہیں، برابر ہے ان کے حق میں خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہ لاویں گے (یہ بات ان کافروں کے متعلق ہے جن کی نسبت خدا تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ان کا خاتمہ کفر پر ہوگا، عام کافر مراد نہیں، ان میں بہت سے لوگ بعد میں مسلمان ہو گئے)۔

بند لگا دیا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر، ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے ان کیلئے سزا بڑی ہے (بیان القرآن)

تفسیر وتشریح

کافروں کا برا انجام: اس سے قبل حق تعالیٰ نے اہل ایمان کے اوصاف کو بیان فرمایا یہاں سے ان کافروں کا ذکر فرما رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے علم میں جن کا خاتمہ کفر پر ہوگا، اور یہ وہ لوگ ہیں جو حق واضح ہونے اور حق و باطل کو سمجھنے کے باوجود کفر پر جمے ہوئے ہیں اور انہوں نے طے کر رکھا ہے کہ ہم نے ہرگز ہرگز کسی بھی حالت میں اسلام کو قبول نہیں کرنا (انوار تفسیر)

مذکور الصدر دو آیتوں میں حق تعالیٰ نے ان کافروں کا ذکر فرمایا ہے جو اپنے کفر و انکار میں ضد وعناد تک پہنچ گئے تھے اور اس ضد کی وجہ سے وہ کسی حق بات کو سننے اور روشن دلیل کو دیکھنے کیلئے بھی تیار نہ تھے، ایسے لوگوں کے بارے میں سنۃ اللہ یہی ہے کہ ان کو ایک سزا اسی جہاں میں نقد یہ دی جاتی ہے کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی جاتی ہے، کانوں، آنکھوں کو حق وصدق کے قبول کرنے سے بند کر دیا جاتا ہے، ان کا حال حق وصدق کے قبول کرنے کے بارے میں ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا ان کو سمجھنے کی عقل، نہ دیکھنے کیلئے آنکھیں، نہ سننے کیلئے کان۔ آخر آیت میں ایسے لوگوں کا عذاب عظیم میں مبتلا ہونا ذکر کیا گیا ہے۔

کفر کی تعریف اور انذار کا معنی

کفر کے لفظی معنی "چھپانے" کے ہیں، ناشکری کو بھی کفر اس لئے کہتے ہیں کہ محسن کے احسان کو چھپانا ہے، اصطلاح شریعت میں جن چیزوں پر ایمان لانا فرض ہے ان میں سے کسی چیز کے انکار کا نام کفر ہے، مثلاً ایمان کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اور اس کا ثبوت قطعی و یقینی ہے ان سب چیزوں کی دل سے تصدیق کرنا اور حق سمجھنا، اس لئے جو شخص رسول کریم ﷺ کی ان تعلیمات میں سے جن کا ثبوت یقینی اور قطعی ہے کسی ایک کو بھی حق نہ سمجھے اور اس کی تصدیق نہ کرے وہ کافر کہلائے گا۔

لفظ انذار ایسی خبر دینا جس سے خوف پیدا ہو جیسا کہ ابشار ایسی خبر دینے کو کہتے ہیں جس سے سرور پیدا ہو، اردو زبان میں اس کا ترجمہ ڈرانے سے کیا جاتا ہے، مگر درحقیقت مطلقاً ڈرانے کو انذار نہیں کہتے بلکہ ایسا ڈرانا جو شفقت و رحمت کی بناء پر ہو جیسے اولاد کو آگ سے سانپ بچھو اور درندوں سے ڈرایا جاتا ہے، اس لئے جو ڈاکو، چور، ظالم کسی انسان کو دھمکاتے ڈراتے ہیں اس کو انذار اور ان لوگوں کو نذیر نہیں کہا جاتا، انبیاء علیہم السلام کو خصوصیت سے نذیر کا لقب دیا جاتا ہے کہ وہ ازراہ شفقت آئندہ آنے والے مصائب سے ڈراتے ہیں، انبیاء علیہم السلام کیلئے اس لفظ کو اختیار کرنے میں اس کی ہدایت ہے کہ مصلح مبلغ کیلئے ضروری ہے کہ مخاطب کی خیر خواہی کے ساتھ ہمدردی سے گفتگو کرے محض ایک کلمہ پہنچا دینا مقصد نہ ہو (معارف ج ا ص ۱۱۷)

ایک شبہ کا ازالہ

جب اس آیت کریمہ میں حضور اکرم ﷺ کو تسلیہ کے طور پر بتادیا گیا ہے کہ یہ کفار ضدی اور عنادی ہیں اپنے تکبر اور کج رائی کی بنا پر حق کو سننے اور قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں اور آپ ﷺ کا ان کو نصیحت کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہیں تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے پھر ان کو آپ نصیحت اور وعظ کیوں فرماتے رہے؟ حق تعالیٰ نے سواء کے بعد علیھم کی قید لاکر اس شبہ کا جواب عنایت فرما دیا ہے کہ یہ برابری حضور اکرم ﷺ کے حق میں نہیں بلکہ کفار کے حق میں ہے، رسول اللہ ﷺ کو تو تبلیغ اور وعظ و نصیحت کا ثواب ہر حال میں ملے گا یہ ثواب کفار کے اخلاص کے ساتھ ماننے اور ایمان لانے پر موقوف نہیں ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص دعوت دین اور اصلاح و تبلیغ کا کام کرتا ہے خواہ وہ موثر ہو یا نہ ہوا سے بہر حال ثواب ملتا ہے (معارف بتغیر)

درسِ حدیث

رحمۃ الفردوس ترجمہ بہجۃ النفوس

مؤلف: حضرت امام حافظ ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرہ الازدی الاندلسی رحمہ اللہ

مترجم: شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی قدس اللہ سرہ

ف: جب یہ معلوم ہو چکا کہ بیعت ایک قسم کی غلامی ہے تو ضرور ہے کہ اس میں جلدی نہ کی جائے، مرید کو اس وقت بیعت کا ارادہ کرنا چاہئے جب اس کا نفس شیخ کی غلامی کیلئے پوری طرح تیار ہو جائے اور شیخ کو اس وقت بیعت لینا چاہئے جب اس کو اطمینان ہو جائے کہ یہ شخص اطاعت وانقیاد کیلئے آمادہ ہو چکا ہے۔

ف: شیخ کو مرید میں تصرف کا حق شریعت کی حدود کے اندر ہے اس سے زیادہ نہیں، پس جو لوگ مریدوں کے مال کو اپنا مال، انکی بیویوں کو اپنی باندیاں سمجھتے ہیں وہ جاہل اور گمراہ کن ہیں۔

ف: جب یہ معلوم ہو چکا کہ سالکین کی بیعت شیخ کے ہاتھ پر ایسی ہے جیسے جماعت مسافرین اپنے میں سے ایک کو امیر بنا لیتی ہے تو ضرور ہے کہ بیعت ہونے والا یہ بات جانتا ہو کہ وہ کس لئے شیخ کو اپنا امام بنا رہا ہے اور بیعت لینے والا طریق سے پوری طرح واقف ہو، اس کی منازل وضروریات کو اچھی طرح جانتا ہو تاکہ جماعت کو سیدھے راستہ پر لے چلے۔

قل ھٰذہ سبیلی ادعو الی اللّٰہ علٰی بصیرۃ انا ومن اتبعنی وسبحٰن اللّٰہ وما انا من المشرکین۔

توحید کامل حاصل کرنا چاہیے اور کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہ سمجھنا چاہئے

(۳۳) رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ ”اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو گے“ عام لفظ ہے کیونکہ شے ہر چھوٹی بڑی چیز کو شامل ہے اور اس لفظ (کے عموم) کو خاص کرنے ہی سے بہت فرقے (اسلام میں) پیدا ہو گئے اور اس لفظ کے عموم پر عمل کرنے ہی سے فرقہ ناجیہ محمدیہ کو دوسرے فرقوں سے امتیاز حاصل ہوا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں تو بہتر فرقے ہوئے تھے اور میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے جن میں سے سوا ایک کے جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہو گا اور

سب جہنمی ہیں، پس رسول اللہ ﷺ نے اس بیعت کے موقع پر اس فرقہ کی علامتیں بتلادی ہیں تاکہ حضور کا اور آپ کے اصحاب کا طریقہ واضح ہوجائے کیونکہ (اولاً) حضرات صحابہ ہی کو اس بیعت (کی شرائط) کا مخاطب بنایا گیا ہے (تو یقیناً وہ اسی راستہ پر تھے جو یہاں بیان کیا گیا ہے) پس اس سے فرقہ ناجیہ کا پتہ لگ گیا کہ جس نے اس لفظ کو حقیقی عموم پر باقی رکھنے میں صحابہ کا اتباع کیا وہ تو ان کے راستہ پر ہے اور اگر اس میں کچھ بھی تخصیص کی خواہ قلیل ہو یا کثیر وہ ان کا مخالف ہے اور جس درجہ کی تخصیص ہوگی اسی درجہ کی مخالفت ہوگی۔

(الوجه الثانی قوله علیه السلام علی ان لاتشرکوا باللّٰه شیئا هذا لفظ عام الی قوله قلیلا کان اوکثیرا)

ف: شارح نے اس مقام پر بہت تفصیل کے ساتھ ان تمام فرقوں کا رد کیا ہے جو توحید اسلامی میں فلسفہ کے اثر سے خلل ڈالتے ہیں، اس کے بعد توحید اسلامی اور عقیدۂ اہل سنت کو وضاحت سے بیان فرمایا اور دلائل سے اس کو ثابت کیا ہے، ہم نے اس تفصیل کو سردست چھوڑ دیا ہے کیونکہ ہمارا مقصود اس وقت صرف مسائل تصوف کا انتخاب ہے مگر خلاصہ کے طور پر اتنا بتلادینا ضروری ہے کہ محققین صوفیہ کمال توحید کی تعلیم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے برابر اور اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، نہ وہ حلول کے قائل نہ اتحاد کے، نہ وہ جبریہ ہیں نہ قدریہ، نہ معتزلہ اور فلاسفہ کی طرح عقل پرست ہیں، وہ اسی صاف اور سیدھے راستہ پر چلتے ہیں جو حضرات صحابہ کا طریقہ ہے۔

ف: بعض لوگ رسول اللہ ﷺ کو عالم غیب اور حاضر وناظر سمجھتے ہیں اور بعض لوگ اولیاء اللہ میں ایسی قدرت مانتے ہیں کہ وہ بدوں اللہ تعالیٰ کی اجازت اور مرضی کے بھی جو چاہتے ہیں کرسکتے ہیں گویا کارخانۂ قدرت ان کے ہاتھ میں ہے، یہ سب توحید سے دور اور شرک سے قریب ہیں لیس کمثله شیء، من ذا الذی یشفع عنده الا باذنه، وما تشاء ون الا ان یشاء اللّٰه، ان کو تصوف کی ہوا بھی نہیں لگی کیونکہ تصوف کمال اتباع شریعت کا نام ہے اور شریعت نے کمال توحید کی تعلیم کی ہے جس سے یہ لوگ کوسوں دور ہیں۔

محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

از الکلام الحسن بقلم حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہ

O امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ سے خواب میں استفسار اعرض کیا کہ آپ کا قرب کس چیز سے زیادہ ہوتا ہے؟ فرمایا قرآن شریف پڑھنے سے، امام احمد رحمہ اللہ نے پوچھا بفہم او بلا فہم (یعنی سوچ سوچ کر پڑھے تب قرب بڑھتا ہے یا بلا سوچے پڑھنے سے بھی) تو جواب ملا بفہم و بلا فہم (یعنی سوچ سمجھ کر پڑھنے سے بھی اور بلا سوچے پڑھنے سے بھی)

O فرمایا بڑے بننے کا طریقہ یہ ہے کہ چھوٹا بنے پھر خود بخود اس میں یہ اثر ہے کہ بڑا بن جائے گا مگر بڑے بننے کی نیت نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ سلاطین اور مشائخ کی فضیلت میں ایسی تو ہزاروں حکایات منقول ہیں کہ انہوں نے تواضع کی مگر کسی نے ان کے تکبر کی حکایات مدح میں نقل نہیں کیں، اور اس میں ذلت نہیں ہے، ذلت کی حقیقت صرف عرض حاجت ہے، پس بوجھ اٹھانا یا گاڑھا پہننا وغیرہ ذلت نہیں ہے۔

O فرمایا استغناء اور کبر میں بڑا فرق ہے، کبر تو مذموم ہے اور استغناء محمود ہے مگر غلو استغناء میں بھی اچھا نہیں، البتہ علو فی الاستغناء یعنی اہل کبر کے مقابلہ میں عالی دماغی اچھا ہے اور غلو سب سے اچھا ہے یعنی کسی طرف بھی التفات نہ ہو۔

O فرمایا تعویذات میں اصل تو حروف و الفاظ ہیں جو پڑھے جائیں مگر جو لوگ نہیں پڑھ سکتے ان کے واسطے ان حروف کا بدل یہ نقوش ہیں جیسا کہ حصن حصین کی روایت سے معلوم ہوتا ہے و من لم یعقلها کتبها فی صك و علقها فی عنقه۔

O فرمایا مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ جب رامپور تشریف لے گئے آپ کو نواب کلب علی خاں والی رامپور نے بلایا، مولانا نے جواب دیا کہ میں ایک دیہاتی آدمی ہوں، آداب شاہی سے ناواقف ہوں اس واسطے آپ کو میرے آنے سے تکلیف ہوگی، انہوں نے کہا ہم خود آپ کا ادب کریں گے نہ کہ آپ سے ادب کا مطالبہ کریں، ضرور تشریف لائیے مجھ کو بے حد اشتیاق ہے، اس پر مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا سبحان اللہ اشتیاق تو آپ کو اور ملنے کو میں آؤں دعا کرو کہ مجھے بھی اشتیاق پیدا ہو جائے پھر ملاقات کر لوں گا۔

O فرمایا جھوٹ تو سیاہ ہوتا ہے خدا جانے اس محاورہ کی کیا وجہ ہے کہ یہ سفید جھوٹ ہے کیونکہ معاصی سب ظلمات ہیں۔

O فرمایا صاحب الیواقیت نے لکھا ہے کہ صوفی کی حقیقت عالم باعمل ہے، کیسی جامع تفسیر ہے۔

O فرمایا تصوف جب بگڑتا ہے تو یا جنون ہو جاتا ہے یا زندقہ بن جاتا ہے کیونکہ لطیف شے جب بگڑتی ہے تو اتنی ہی زیادہ خراب اور فاسد ہو جاتی ہے۔

O فرمایا طالب کا دعویٰ مقصود سے مانع ہے نہ کہ معین اور جالب، چنانچہ بعض لوگ خطوط میں اپنے کمالات ظاہر کرتے ہیں مثلاً خط عربی میں لکھ دیتے ہیں تو یہ ایک دعویٰ ہے جو مانع مقصود ہوتا ہے کیونکہ مصلح پر اس کا برا اثر ہوتا ہے۔

O فرمایا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ سے کسی نے دریافت کیا کہ ہندوستان میں جمعہ کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟ فرمایا جیسے جمعرات کی نماز پڑھنا۔ اسی طرح کسی نے شاہ صاحب سے سوال کیا کہ فاحشہ عورت کا جنازہ پڑھنا جائز ہے؟ فرمایا اس کے آشناؤں کا کیسے جائز سمجھتے ہو۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو سائل کے فہم کی موافق جواب دینے میں اللہ تعالیٰ نے کمال عطا فرمایا تھا۔

O فرمایا آجکل عورتیں میمیں بن گئیں اور مرد ایم۔ اے بن گئے۔

O فرمایا حقائق میں افراط وتفریط ہوگئی ہے، اگر ادب کرتے ہیں تو تکلف کرنے لگتے ہیں اور بے تکلفی کرتے ہیں تو گستاخی کرنے لگتے ہیں گویا کہ اعتدال کوئی چیز ہی نہیں۔

O فرمایا مولانا حسین احمد صاحب بہت شریف طبیعت کے ہیں، باوجود سیاسی مسائل میں اختلاف رکھنے کے بھی کوئی کلمہ خلاف حدود ان سے نہیں سنا گیا۔

O فرمایا جب میں گھر جاتا ہوں تو راستہ میں محلے کے بچے سب پاس آکر جمع ہو جاتے ہیں، پھر دروازہ تک ساتھ آتے ہیں، دروازہ میں پہنچا کر واپس چلے جاتے ہیں۔ ایک شخص کا مقولہ نقل کیا کہ بچوں کا میلان کسی شخص کی طرف یہ مقبول ہونے کی علامت ہے کیونکہ ان کا قلب تو صاف ہوتا ہے، خیر مقبول ہونا تو بہت بڑی بات ہے مگر اس سے کسی قدر تو طمع ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ رحم فرمائیں گے۔

O فرمایا میری سادگی کی تو ایک سی حالت رہتی ہے، بعضے لوگ اس کو تواضع کہنے لگتے ہیں، بعضے تکبر کہنے لگتے ہیں اور واقع میں نہ وہ تواضع ہے نہ تکبر ہے بیساختگی ہے۔

رئیس المحدثین حضرت مولانا شیخ سلیم اللہ خان مدظلہم

دینی مدارس اور عصری تعلیم

بصیرت افروز خطاب

بموقع: سالانہ جلسہ تقسیم اسناد جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا مورخہ ۱۱ رشعبان المعظم ۱۴۲۸ھ بروز ہفتہ

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھد اللّٰہ فلامضل لہ ومن یضلل فلاھادی لہ ونشھدان لاالہ الااللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشھدان سیدنا وشفیعنا ومولانا محمدا صلی اللّٰہ علیہ وسلم عبداللّٰہ ورسول اللّٰہ ، امابعد فاعوذباللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ان الدین عنداللّٰہ الاسلام صدق اللّٰہ مولٰنا العظیم۔

وقت کافی ہو چکا ہے اور بیان جو کرنا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کا اور اچھا خاصا وقت لیا جائے ،امید ہے کہ آپ اطمینان کے ساتھ بات سنیں گے اور سننے کے ساتھ ساتھ اس کو سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی کوشش ضرور کریں گے، میں آپ کے سامنے چار باتیں بیان کروں گا۔

شب براءۃ اور مسلمان

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ منگل اور بدھ کے درمیان والی رات جو آگے آ رہی ہے یہ شعبان کی پندرھویں شب ہوگی ،اس پندرھویں شب کو ہمارے یہاں گزارنے کا جو عام طریقہ عوام میں موجود ہے وہ شریعت کے بالکل خلاف ہے اور لوگ اس رات کے اندر آتش بازیاں کرتے ہیں، پٹاخے چھوڑتے ہیں اور اسی طرح کے لہو ولعب کے کام اور ''گھر پھونک تماشا دیکھ'' والی حرکتیں کرتے ہیں، یہ سلسلہ پورے ملک کے اندر بڑی دھوم اور شور کے ساتھ کیا جاتا ہے جبکہ اسلام کی تعلیم اس کے بالکل خلاف ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی عظمت

آپ کو معلوم ہے نبی اکرم ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں ،آپ خاتم الانبیاء بھی ہیں، آپ خاتم الرسل بھی ہیں ،آپ سید الانبیاء بھی ہیں ،آپ سید الرسل بھی ہیں اور آپ اللہ کے حبیب بھی ہیں ،اللہ تبارک وتعالیٰ نے کل کائنات کے مقابلے میں نبی اکرم ﷺ کو بڑا اور بلند درجہ عطا فرمایا ہے،

کائنات میں کعبہ بھی ہے آپ کا درجہ کعبہ سے بڑا ہے، کائنات کے اندر عرش بھی ہے آپ کا درجہ عرش سے بڑا ہے، کائنات کے اندر کرسی بھی ہے آپ کا درجہ کرسی سے بڑا ہے، کائنات کے اندر جبریل بھی ہے آپ کا درجہ جبریل سے بڑا ہے، کائنات کے اندر میکائیل بھی ہے آپ کا درجہ میکائیل سے بڑا ہے، مطلب یہ ہے کہ جتنی مخلوق اور جتنی کائنات ہے، ساری مخلوق اور ساری کائنات سے بڑے درجے میں آپ ہیں۔ ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر اللہ کے بعد سب سے بڑا درجہ آپ کا ہے۔

علما نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے جسد مبارک کے ساتھ، نبی اکرم ﷺ کے پاک، مقدس اور مطہر جسم کے ساتھ جو مٹی ملی ہوئی ہے وہ بھی کائنات کی تمام چیزوں سے افضل ہے، اندازہ لگائیں کہ نبی پاک ﷺ کے جسد اطہر سے جو مٹی ملی ہوئی ہے وہ بھی کل کائنات سے افضل ہے تو آپ بتائیں آپ سوچیں، آپ غور کریں کہ نبی پاک ﷺ کے جسد اطہر سے جو اعمال صادر ہوں گے ان کا کیا مرتبہ ہوگا، نبی پاک ﷺ کی زبان سے جو تعلیم اور ارشادات صادر ہوئے ان کا کیا مرتبہ ہوگا، مٹی کا جب یہ مرتبہ ہے تو آپ کے جسد پاک سے ادا ہونے والے اعمال کا مقام تو بہت بلند ہوگا، بہت درجہ کا ہوگا۔ اسی طریقہ سے آپ کے ارشادات اور آپ کی تعلیم جو آپ کی زبان مبارک سے امت کے سامنے آئی آپ کے اعمال اور افعال کے ذریعے سے، آپ کی تربیت و تعلیم کے ذریعے سے جو انسان کی ہدایت کیلئے آئی ان کا کتنا بڑا مرتبہ ہوگا۔ اگر ہم حضور پاک ﷺ کی تعلیم اور ہدایت کو نظر انداز کر کے عبادت میں مصروف رہنے کے بجائے آتش بازی کا چکر چلائیں گے تو تباہ ہوں گے یا نہیں ہوں گے؟ ہم برباد ہوں گے یا نہیں ہوں گے؟۔ یہاں بہت سے آدمی بیٹھے ہوئے ہیں، بہت بڑا مجمع ہے، اس مجمع کے اندر بہت سے لوگ ایسے ہیں جو پٹاخے چھوڑنے کیلئے اپنے بچوں کو بازار سے خرید کر دیتے ہیں، بہت سے لوگ ایسے ہیں جو آتش بازیاں خرید کر اپنے بچوں کو اس لہو ولعب کے اندر مبتلا کرتے ہیں اور اللہ کو ناراض کرتے ہیں، آپ مجھے بتائیں کہ آپ اس سے توبہ کریں گے یا نہیں کریں گے۔

یہ پندرہ تاریخ جو منگل اور بدھ کے درمیان آنے والی ہے اس کے اندر آپ تلاوت کریں، اس کے اندر ذکر کریں، اس کے اندر دعائیں مانگیں، آپ کو اللہ نے پیدا کیا ہے، اللہ نے یہ صلاحیت آپ کو عطا کی ہے، اللہ نے حضور اکرم ﷺ کی امت میں آپ کو پیدا کیا ہے، جب اللہ تبارک وتعالیٰ کے اتنے انعامات ہیں تو آپ بغاوت پر کیوں اترے ہوئے ہیں، آپ نافرمانی کے اوپر کیوں کھڑے

ہوئے ہیں اور نافرمانی کو آپ نے اپنا شیوہ کیوں بنا رکھا ہے؟ آپ کو معلوم نہیں کہ ہم کن حالات سے گزر رہے ہیں، آپ کو خبر نہیں کہ ہمیں دشمن نے کس قدر جکڑ رکھا ہے، آپ کو معلوم نہیں کہ دشمن ہمارا نام ونشان مٹانے کیلئے بے چین ہے، تمام وسائل کو وہ استعمال کر رہا ہے اور آپ پھر بھی اللہ کو ناراض کرنے کے درپے بنے ہوئے ہیں، للہ اس سے توبہ کریں اور اس طرح کی حرکتوں سے باز آجائیں، اپنے بچوں کو سمجھائیں۔ سارے کے سارے نیک کام آپ کو کرنے ہیں اور ان کا جب آپ اہتمام کریں گے تو انشاء اللہ ثم انشاء اللہ اللہ کی رحمت متوجہ ہوگی، وہ مالک الکل بھی ہے اور وہ خالق الکل بھی ہے اور اس کی شان کن فیکون والی ہے، دشمن چاہے کتنا بھی توانا ہو اگر اللہ آپ کی مدد میں آجائے تو کوئی آپ کا بال بیکا نہیں کرسکتا، لیکن اگر آپ اللہ ہی کو ناراض کرنے لگیں تو آپ کی سلامتی اور آپ کی عافیت کی کیا ضمانت ہوسکتی ہے۔ تو میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ یہ رات جو آ رہی ہے یہ عبادت کی ہے، یہ ذکر وتلاوت کی ہے، یہ اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ہے، اس سے گناہوں کو معاف کرانے کی ہے، یہ نافرمانی میں استعمال نہیں ہونی چاہئے۔

عصری تعلیم اور دینی مدارس کی ذمہ داری، ایک مہم کا آغاز

اور دوسری بات یہ ہے کہ میں کئی دن سے یہ سوچ رہا تھا کہ ایک مہم کا آغاز کیا جائے اور اس کیلئے ہمارا وفاق المدارس کا ماہنامہ نکلتا ہے وہ وفاق المدارس کے نام ہی سے نکلتا ہے، اس میں اس مہم کا سلسلہ شروع کیا جائے اور بہت تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر بات کی جائے، مفتی عبدالقدوس صاحب سے آج بات ہوئی تو فیصلہ یہ ہوا کہ آج کے جلسے سے ہی اس کا آغاز کر دیا جائے، لیکن یہ کہ اسے بہت صبر وضبط سے سننا پڑے گا۔

مسئلہ یہ ہے کہ آپ کو خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ ہمارے بزرگوں نے اسلام کی اشاعت کیلئے، اس کی حقانیت کو ثابت کرنے کیلئے اور دشمنوں کے اعتراضات اور دشمنوں کی غلط تدبیروں کو رد کرنے کیلئے ہمیشہ کام کیا ہے، شروع سے لے کر برابر یہ کام ہوتا چلا آ رہا ہے، لیکن یہ کہ آج جس زمانے میں ہم موجود ہیں اور جس دور سے ہم گزر رہے ہیں، یہ نہیں کہتا کہ علما کے دل میں، اہل اسلام کے دل میں درد نہیں، میں یہ بھی نہیں کہتا کہ علما اور اہل اسلام دشمنوں کی تدبیروں کو ناکام بنانے کیلئے کوشش نہیں کرتے، یہ سب کچھ ہے، درد بھی ہے، درد کے ساتھ ساتھ ان کی کوششوں کو ناکام بنانے کے

طریقے بھی اختیار کئے جاتے ہیں لیکن میرا اپنا تاثر یہ نہیں ہے بلکہ پورا عالم اسلام اور عالم کفر جس آویزش کے اندر گرفتار ہے اس سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ ہماری یہ کوششیں بالکل نقار خانے میں طوطے کی آواز کی طرح بے اثر ہے، نقار خانے میں اگر طوطا بولنے لگے تو اس کی آواز بالکل بے اثر ہوتی ہے، نقارے کی آواز دور تک جاتی ہے اور طوطے کی آواز کو کوئی نہیں سنتا۔

آج کی صورت حال یہ ہے کہ لوگوں کو مرتد بنایا جا رہا ہے، آج کی صورت حال یہ ہے کہ لوگوں کے دین اور ان کے ایمان پر ڈاکے ڈالے جا رہے ہیں، آج کی صورت حال یہ ہے کہ ہماری نئی نسل جو اسکولوں کے اندر داخل ہو رہی ہے، جو اسکولوں کے اندر تعلیم حاصل کر رہی ہے شاید کوئی ایک آدھ اس زہر سے محفوظ رہتا ہوگا ورنہ ساری کی ساری نسل جو اسکولوں کے اندر، کالجوں کے اندر، یونیورسٹیوں کے اندر تعلیم حاصل کر رہی ہے وہ ساری کی ساری دین اسلام کو خیر باد کہہ رہی ہے، ساری کی ساری دین اسلام سے بیزار ہو رہی ہے اور ملک کے اندر جو اعتدال پسندی کے نام سے صورت حال جاری ہے، جس پر آپ کی ٹی وی بھی رات دن زور لگا رہی ہے، اس کے اوپر آپ کے اخبارات اور آپ کے رسائل بھی دن رات لگے ہوئے ہیں، وہ سارے کے سارے اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام کو مشکوک قرار دے دیا جائے، یہ چودہ سو سال پہلے کی آئی ہوئی شریعت ہے اس زمانے کے اندر یہ چلنے کے قابل نہیں ہے، اس کو ختم کیا جائے اور اس کو خیر باد کہا جائے، اس کے اوپر جتنی محنت ہو رہی ہے اس کے مقابلے میں میں اگر کوئی آواز نکال رہا ہو یا مولانا کوئی آواز نکال رہے ہیں یا مفتی صاحب کوئی آواز نکال رہے ہیں تو اس کی حیثیت بالکل ایسی ہے جیسے کہ نقار خانے میں طوطے کی آواز ہوتی ہے۔

پھر یہ کہ ہم جس انداز میں اسلام کا دفاع کر رہے ہیں یا جس انداز سے ہم اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں موجودہ سسٹم یہ صورت حال اختیار کر چکا ہے کہ ہم نہ اس کے معیار تک پہنچ پاتے ہیں نہ اس کی سمجھ کو ملحوظ رکھتے ہیں، نہ اس کی صلاحیت کے پیش نظر ہم اپنا مدعا اس کے ذہن نشین کرنے کے قابل ہیں نہ ہماری آواز وہاں پہنچتی ہے۔

دوسرے یہ کہ جن لوگوں کو ہم دین اسلام کی طرف مائل کرنا چاہتے ہیں، دنیا دین اسلام کی طرف آنا چاہتی ہے، دنیا اسلام کو قبول کرنے کیلئے تیار ہے لیکن میرے پاس وہ صلاحیت نہیں ہے کہ میں ان کو اسلام کی حقانیت سمجھا سکوں، ان کی سوچ کے اعتبار سے، ان کے معیار کے اعتبار سے اور ان

کی فہم کے اعتبار سے۔اس لئے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جتنے بھی دینی مدارس ہیں یہ قرآن وسنت کی حفاظت کا اعلیٰ طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں، یہاں اس دارالعلوم میں جو قرآن وحدیث کی تعلیم دی جاتی ہے اور جو فقہ کی تعلیم دی جاتی ہے وہ بہت اعلیٰ ہے، بہت عمدہ ہے، اس کو انتہائی مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھنا ضروری ہے، اس کے اندر کسی طرح کی کوئی کوتاہی، اس کے اندر کسی طرح کی کوئی کمی ہرگز قابل قبول نہیں ہوگی، لیکن اس پر اکتفا کرنا اب کافی نہیں، اس کا علاج کیا ہے؟

اس کا علاج یہ ہے کہ آپ باقاعدہ ایسے انگریزی مدارس قائم کریں کہ جس کے اندر اعلیٰ درجے کی ان کو انگریزی زبان بھی سکھائی جائے اور اعلیٰ درجے کی ان کی تربیت بھی کی جائے اور ان کو ایسا بنا دیا جائے کہ وہ عصر حاضر کے ہر چیلنج کا مقابلہ کرسکیں۔آپ کو معلوم ہے کہ تعلیم وتربیت جب ابتداء سے ہوتی ہے تو اس تعلیم وتربیت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی مرتے مرجائے وہ جس عمر تک پہنچ جائے اس تربیت کا اثر زائل نہیں ہوتا۔میں نے یہ دیکھا ہے کہ وہ لوگ جو شیعہ ہوتے ہیں اور دہریے ہوتے ہیں، خدا کے وجود کے منکر ہوتے ہیں، جب محرم آتا ہے تو وہ بھی ہائے حسین! ہائے حسین! ہائے حسین کرتے ہوئے جلوسوں کے اندر چلتے ہیں حالانکہ وہ خدا کے وجود کے بھی منکر ہیں، وہ اسلام کے بھی منکر ہیں، وہ اپنے مذہب کے بھی منکر ہیں لیکن ان کے رگ وریشے میں یہ بات ایسی پیوست کردی گئی ہے کہ غیر اختیاری طور پر علی کل حال ہر حالت میں وہ ہائے حسین! ہائے حسین کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔

میں آج دیکھتا ہوں کہ ہمارے پاس اسمبلی کے اندر اتنے مولوی موجود ہیں، سینٹ کے اندر اتنے مولوی موجود ہیں، آپ مجھے بتایئے کہ وہاں جب کوئی بات انگریزی میں ہوتی ہے تو یہ صاحبان سمجھتے ہیں؟ ان کی سمجھ میں کچھ آتا ہے؟ یہ کچھ نہیں سمجھتے، یہ وہاں ویسے ہی ہاتھ پہ ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے ہیں، شور کرتے رہتے ہیں اور واک آؤٹ کرتے رہتے ہیں، لیکن یہ کہ کوئی خدمت انجام دینا جو موجودہ زبان کی وجہ سے ضروری ہے وہ ان کے بس کی بات نہیں۔آپ بے شک یہ کہیں گے کہ صاحب! یہ مولوی صاحب نے کیا شروع کردیا، یہ آپ کیسی باتیں کررہے ہیں، میں آپ کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں، ہمارے علما کی اور یہ جو مولوی میرے اردگرد بیٹھے ہوئے ہیں اور یہاں جو دوسرے حضرات بیٹھے ہیں ان کی تربیت ہی اس طرح ہوئی ہے، ان کو اسی سانچے کے اندر ڈھالا گیا ہے کہ ہمیں قرآن پڑھنا ہے، ہمیں حدیث پڑھنی ہے، ہمیں فقہ پڑھنی ہے، انگریزی سے ہمارا کیا واسطہ، فرانسیسی سے ہمارا کیا

واسطہ، ہم تو قرآن وحدیث کے محافظ ہیں، بابا میں آپ کے کام کو انتہائی ضروری سمجھتا ہوں اس کے بغیر معاملہ نہیں بنے گا، لیکن یہ کہ یہ بھی ضروری ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے غزوۂ خندق کے اندر آپ کو معلوم ہے ایرانیوں کے طریقہ کے مطابق خندق کھودنے کا فیصلہ کیا، سلمان فارسی نے رائے دی آپ نے اس کو اختیار کیا۔ حضرت زید بن ثابت صحابی ہیں عبرانی زبان سیکھنے کیلئے آپ نے ان کو فرمایا۔ دارالعلوم جوام المدارس ہے مولانا قاسم نانوتوی کے اصول ہشتگانہ میں یہ تصریح ہے کہ عصری علوم کا اعتنا کیا جائے، ان سے اعراض نہ کیا جائے۔

تو اب صورت حال یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس اس طرح کے ماڈرن انگلش مدارس بنائے جائیں گے تو ایک کھیپ تیار ہوگی، یہاں ایک مدرسہ ایسا ہوگا، سرگودھا میں دو مدرسے ایسے ہوں گے، اسی طرح ہر شہر کے اندر جہاں بڑے بڑے مدرسے ہیں وہ اس طرح کے مدارس قائم کریں گے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اتنے لوگ آپ کے تیار ہو جائیں گے، فوج کے اونچے عہدوں پر بھی وہ پہنچیں گے، عدلیہ کے اونچے عہدوں پر بھی وہ پہنچیں گے اور اسی طریقے سے دوسرے تمام مقامات پر آپ کے تیار کئے ہوئے وہ لوگ موجود ہوں گے، شرط یہی ہے، ضروری یہی ہے کہ ان کی تربیت اتنی اعلیٰ درجے کی ہو، ان کو اس معیار پر تیار کیا جائے کہ اسلام ان کے رگ وریشے میں پیوست ہو جائے اور انگریزی زبان پر ان کا عبور قابل رشک قرار پائے، یہ صورت حال آپ نے اختیار کی تو موجودہ حالات کا آپ مقابلہ کر سکیں گے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارا یہ سمجھنا کہ صاحب! ہمارا کام تو قرآن پڑھانا ہے، ہمارا کام تو حدیث پڑھانا ہے، ہمارا کام تو فقہ پڑھانا ہے، بابا میں آپ سے کب کہہ رہا ہوں کہ آپ قرآن چھوڑ کے انگریزی پڑھائیں، میں تو کہہ رہا ہوں آپ قرآن ہی پڑھائیں، آپ حدیث ہی پڑھائیں، آپ فقہ بھی پڑھائیں لیکن یہ کہ متبادل ایک انتظام یہ بھی کریں، آپ اپنا کام کریں گے اور آپ کے اس اسکول کے اندر انگریزی کے اور عصری علوم کے جو ماہرین ہوں گے وہ اس خدمت کو انجام دیں گے اور جہاں تک تربیت کا تعلق ہوگا وہاں آپ اپنے انفاس طیبہ سے، آپ اپنی ہدایات اور رہنمائی سے ان کے اندر دین کی سمجھ پیدا کریں گے، یہ بات انتہائی ضروری ہے، میں نے عرض کیا تھا کہ آپ کے حلق سے یہ بات بہت مشکل سے اترے گی لیکن یہ کہ ناگزیر ہے، یہ ناگزیر ہے۔ ہمیں اب اس کو بطور مہم آگے بڑھانا ہے، اس کے بغیر آگے معاملات قابو میں نہیں آئیں گے، آگے معاملات اس کے بغیر صحیح اور

درست نہیں ہوں گے، جہاں دیکھو سب بے دین لوگ ہیں، سارے کے سارے لوگ بے دین ہیں، دیندار لوگ وہاں ہیں ہی نہیں، آپ یہ کہیں گے کہ تبلیغی جماعت کے حضرات، تو تبلیغی جماعت کے حضرات کتنے ہوتے ہیں عدلیہ کے اندر تبلیغی جماعت کے حضرات کتنے ہوتے ہیں سول محکموں کے اندر، وہ بے چارے گنے چنے لوگ ہوتے ہیں، اپنی صلاحیت کے مطابق بے شک وہ کام کرتے ہیں، ہم تو کہتے ہیں فوج تیار کی جائے، فوج تیار کی جائے، اتنی کی جائے کہ یہ چھا جائیں۔

اچھا تو نہیں لگتا لیکن میں آپ سے کہتا ہوں کہ شہنشاہ ایران کو جب ایران سے نکالا گیا اور خمینی نے ایران پر قبضہ کیا ہے تو انہوں نے ایسی اعلیٰ درجے کی تیاری کی کہ آج امریکہ ان کو دھمکیاں دے رہا ہے اور وہ اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے، ان کے ہاں عربی جاننے والے، ان کے ہاں فارسی جاننے والے، ان کے ہاں فوج کی کمان سنبھالنے والے، ان کے ہاں عدلیہ کو چلانے والے، ہر محکمے کے اندر ان کے اتنے آدمی ہیں، اتنے آدمی ہیں کہ ان کو کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی اور کہیں باہر سے وہ آدمی درآمد کرنے کے اوپر وہ مجبور نہیں ہیں اور سپر پاور امریکہ کو کہا جاتا ہے، وہ ان کو دھمکیاں دے رہا ہے وہ اس کے مقابلے میں دھمکیاں دے رہے ہیں، وہ کہتے ہیں تیرا ما طقہ بند کر دیں گے، ہم تیرے قابو میں نہیں آئیں گے، اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ہاں رجال کار ہیں، رجال کار باقاعدہ ہر محکمے کو پوری قوت کے ساتھ اور پوری اہمیت کے ساتھ سنبھالے ہوئے ہیں، سازشیں ہر جگہ ہوتی ہیں، وہاں بھی ہوتی ہیں لیکن یہ کہ وہ ان سازشوں کا بہت اچھی طرح توڑ بھی کرتے ہیں، کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں بہت بڑے پیمانے پر ایسے رجال کار تیار کرنے ہیں کہ حکومت کے ہر محکمے کے اندر ہمارے یہ لوگ جو خالص دین کے فدائی ہوں دین کے عاشق ہوں، دین کے اوپر مر مٹنے کیلئے تیار ہوں عقل و خرد سے کام لینے والے ہوں اور ہوش وحواس کو صحیح استعمال کرنے والے ہوں، تمام محکموں کے اندر یہ چھا جائیں، یہ ظاہر ہے ایک سال کے اندر ہونے والی بات نہیں، یہ دو سال اور چار سال میں ہونے والی بات نہیں ہے، یہ طویل المدت منصوبہ ہے اور جب اس پر عمل شروع ہو جائے گا تو جن لوگوں کے حلق سے یہ بات اب نہیں اترنے لگی آئندہ اترنے لگے گی اور ان کی سمجھ میں یہ بات آجائے گی، یہ دوسری بات ہے جو میں نے آپ سے عرض کی۔

پاکستان سیکولر ریاست نہیں ہے

تیسری بات یہ ہے کہ پاکستان کو سیکولر قرار دینے کی کوشش کی جارہی ہے اور سیکولر قرار دینے

کیلئے یہ کہا جارہا ہے کہ صاحب! یہ ملک جو تھا یہ تمام اقوام کیلئے بنایا گیا تھا، جب تمام اقوام کیلئے بنایا گیا تھا تو اس کے اندر اسلامی قانون کو نافذ کرنے کا مطالبہ یہ انتہاپسندی ہے، یہ تو سب کیلئے بنایا گیا، یہ مسلمانوں کیلئے بھی بنایا گیا، یہ ہندوؤں کیلئے بھی بنایا گیا، یہ سکھوں کیلئے بھی بنایا گیا ہے اور یہ بر جسٹروں کیلئے بھی بنا گیا ہے، یہ پارسیوں کیلئے بھی بنایا گیا ہے، یہ تو سب کیلئے بنایا گیا تو جب یہ سب کیلئے بنایا گیا تو لہٰذا یہاں اسلامی نظام کو قائم کرنے کا جو مطالبہ کیا جارہا ہے یہ انتہاپسندی ہے، اس کا جواب یہ ہے میں آپ سے عرض کررہا ہوں کہ جو لوگ اس طرح کی بات کرتے ہیں وہ عقل سے بالکل پیدل ہیں، وہ حقائق جو روز روشن کی طرح بالکل واضح ہیں، حقائق جو نا قابل انکار ہیں، حقائق جن کا انکار سورج پر تھوکنے کے برابر ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں آپ مجھے بتائیں پاکستان کا مطالبہ ہندوؤں نے کیا تھا؟ پاکستان کا مطالبہ سکھوں نے کیا تھا؟ پاکستان کا مطالبہ پارسیوں نے کیا تھا؟ پاکستان کا مطالبہ تو مسلمانوں نے کیا تھا، مسلمان تھے کہ ”لے کے رہیں گے پاکستان“ کے نعرے لگاتے تھے، ہم یہ نعرے سنتے تھے، مسلمانوں نے یہ مطالبہ کیا تھا۔

محمد علی جناح نے ایک بڑی پتے کی بات کہی، انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہندوستان کی سرزمین پر جب پہلے ہندو نے اسلام قبول کیا تھا پاکستان کی بنیاد اسی وقت رکھ دی گئی، ہندوستان کی سرزمین میں کسی ہندو نے جب سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا تو پاکستان کی بنیاد اسی وقت رکھ دی گئی، یہ حقیقت ہے۔

ایک بات ۴۵ء کے پیغام لیگ میں جناح نے یہ کہا تھا کہ ”جاہل لوگوں کی بات کو تو چھوڑ دو لیکن ہر مسلمان یہ جانتا ہے کہ قرآن کریم جو ہے وہ مسلمانوں کیلئے ہمہ گیر نظام حیات پیش کرتا ہے“۔

جاہل آدمیوں کی بات کو چھوڑ دو، جاہل آدمی تو جاہل ہی ہوتا ہے اور آج کل کے لوگ جاہل اس لئے ہیں کہ وہ اپنی بات پیش نہیں کرتے، وہ دشمنوں کی بات کو دہراتے ہیں اور دشمنوں کی بات کو نقل کرتے ہیں، ورنہ تو قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی ایسی کتاب ہے کہ وہ نظام حیات کا ایک مکمل خاکہ پیش کرتی ہے، آپ کو معلوم ہے جس وقت اسمبلی میں عالموں کی تعداد اتنی تھی جیسے آٹے میں نمک ہوتا ہے اس وقت پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا تھا اور اس وقت یہ طے کیا گیا تھا کہ جتنے قوانین ایسے ہیں جو اسلامی قوانین سے متصادم ہیں اور اسلامی قوانین کے خلاف ہیں ایک محدود مدت کے اندر ان کو اسلامی قوانین کے مطابق بنایا جائے گا، اب آپ اندازہ لگایئے، میں عرض کررہا ہوں کہ

اس وقت اسمبلی میں علماء نہیں تھے، اس وقت کی اسمبلی نے یہ بات طے کی کہ یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے، اس وقت انہوں نے یہ بات کی کہ انگریزی قانون کے اندر جتنے قانون اسلامی قوانین سے ٹکرا رہے ہیں ایک محدود مدت کے اندر ان کو اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے گا۔

اب آپ یہ بتلایئے کہ ایسی صورت میں آج کیا ہو رہا ہے؟ آج یہ ہو رہا ہے کہ جناب والا ''اسلامی'' کا لفظ اڑایا جا رہا ہے، آج یہ کہا جا رہا ہے کہ صاحب یہ پردہ یہ انتہا پسندی ہے۔

پاکستان کا مطالبہ سکھوں اور ہندوؤں کا نہ تھا بلکہ یہ مطالبہ مسلمانوں کا تھا اور مسلمانوں نے اپنا گھربار، اپنے عزیز واقارب سب کچھ چھوڑ کر اس طرف آنے کا فیصلہ کیا تھا اور آپ کو معلوم ہے کہ کتنی قربانیاں دی گئیں، کیسے کیسے ہوش ربا اور کیسے کیسے ہمت شکن اور کیسے کیسے افسوسناک واقعات ہوئے، ہماری بہوؤں، ہماری ماؤں، بہنوں اور ہماری سہاگنوں کی ہندوؤں اور سکھوں نے عصمتیں پامال ان کے باپ کے سامنے کیں، ان کے بھائیوں کے سامنے کیں، ان کے چچاؤں کے سامنے کیں، یہ ہوا یا نہیں ہوا؟ یہ سب کچھ ہوا، جب یہ سب کچھ ہوا تو یہ کہنا کہ صاحب یہ سیکولر اسٹیٹ ہے اور یہاں اسلام کا نظام نافذ نہیں ہونا چاہئے، یہ غلط ہے، اگر یہ اعلان ہوتا تو مسلمان ہندوستان سے یہاں آنے کیلئے تیار نہ ہوتا، اگر یہ حقیقت ہوتی تو کوئی مسلمان پاکستان کے حق میں ووٹ دینے کیلئے تیار نہ ہوتا۔

یہ آج صورت حال ہمارے سامنے ہے، اس صورت حال کے حوالے سے میں آپ کے سامنے پھر وہی بات عرض کروں گا کہ ہمیں ایسی فوج تیار کرنی چاہئے کہ اسلام ان کے دل میں دماغ میں، ان کے رگ وریشے میں رچ بس گیا ہو، تمام مناصب پر وہ فائز ہو کر اس کا رخ اور اس کا قبلہ صحیح کریں اور جو لوگ اسلامی حیثیت کو چیلنج کرنے والے ہیں ان کا ناطقہ بند کیا جائے، یہ سب کرائے کے لوگ ہیں، یہ سب سارے کے سارے نفس پرستی اور عیش پرستی کا شکار ہیں اور دوسروں سے ڈالر وصول کرتے ہیں اور وہ وصول کر کے عیاشیوں کے اندر خرچ کرتے ہیں، ملک کی فلاح و بہبود نہ ان کے پیش نظر کبھی تھی اور نہ کبھی ہوگی، آپ کو اس کا انتظام کرنا ہوگا، آپ پاکستان کی اس حیثیت کو مشکوک نہ ہونے دیں، آپ پاکستان کی اس حیثیت کو بہت واضح طور پر پیش کریں کہ یہ سیکولر اسٹیٹ بننے کیلئے نہیں بنایا گیا تھا، یہ خالص اسلامی نظام کو نافذ کرنے کیلئے بنایا گیا تھا، اسلامی نظام کب نافذ ہوگا؟ یہ تو میں نہیں جانتا لیکن یہ کہ بہرحال اس مملکت خداداد کا مقصد اسلامی نظام نافذ کرنا ہی تھا، اس کا انتظام کرنا میرے اور آپ

کے ذمے لازم ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ آپ ایسے رجال کار تیار کریں کہ جو تمام محکموں کے اندر جا کر وہاں کلیدی عہدوں پر فائز ہوں اور اسلام کی صحیح ترجمانی کریں، اس کے بغیر کام چلنے والا نہیں۔

موجودہ حالات میں وفاق المدارس کا کردار

اس کے بعد آخری بات جو آپ سے کرنی ہے وہ یہ ہے کہ وفاق المدارس کے حوالے سے آج کل فضا اچھی خاصی گرم ہوئی ہے اور کچھ کرائے کے لوگوں نے وفاق کے خلاف ایسی ایسی باتیں کی ہیں جو حقیقت سے بہت دور اور بہت بعید ہیں۔ الحمدللہ وفاق کا امتحان سالانہ ہو گیا ہے پورے ملک میں آپ کو تعجب ہوگا کہ شمالی وزیرستان تک اور جنوبی وزیرستان تک ہمارا امتحان نہایت باقاعدگی کے ساتھ مکمل ہوا، ایک آدھ مدرسے کے اندر کچھ ہڑبونگ ہوئی اور اس کے علاوہ پورے ملک کے اندر کہیں کوئی خلفشار نہیں ہوا، اس کی وجہ سے جو لوگ کرائے پر کام کر رہے تھے یا بیوقوفی کی وجہ سے استعمال ہو رہے تھے ان کے حوصلے پست ہوئے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو یقیناً ضرور بالضرور عنقریب مکمل طور پر ناکام کریں گے اور وفاق کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا، یہ اپنی جگہ پر طے شدہ بات ہے۔

اور یہ بھی میں آپ کو بتادوں کہ ہم نے وفاق کی طرف سے جامعہ حفصہ کے حوالے سے رٹ دائر کی ہے، وہ داخل ہوگئی ہے، بغیر کسی اعتراض کے اس کو قبول کرلیا گیا ہے اور دو چار روز کے اندر چیف جسٹس اس کی سماعت کریں گے، آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حق کا بول بالا کرے، مظلوموں کی دادرسی ہو، ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچائے۔

ہمارا طریقہ یہ نہیں ہے کہ ہم سڑکوں پر آئیں، ہمارا طریقہ یہ نہیں ہے کہ ہم ٹائر جلائیں، ہمارا طریقہ یہ نہیں ہے کہ ہم پٹرول پمپ میں آگ لگائیں، ہمارا طریقہ آئینی راستہ اختیار کرنا ہے، ہم نے آئینی راستہ اختیار کیا ہے، اس آئینی راستے میں اب اللہ تبارک وتعالیٰ حق کو فتح عطا فرمائے اور ہم نے جیسے عرض کیا کہ ہماری دعا ہے آپ بھی دعا کریں کہ مظلوموں کی دادرسی ہو اور ظالموں کو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے کیفر کردار تک ضرور بالضرور پہنچائے۔

واخردعوانا ان الحمدللّٰہ رب العلمین۔

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبد الشکور ترمذی قدس سرہ

رسالہ ''غلغلہ برزلزلہ'' پر تبصرہ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مضمون حضرت مولانا قاضی شمس الدین رحمہ اللہ ہری پور ہزارہ کے رسالہ ''غلغلہ برزلزلہ'' پر بطور تبصرہ تحریر فرمایا تھا، اس مضمون میں رسالہ مذکورہ کی بعض عبارات پر اپنی رائے کے اظہار کے ساتھ زیادہ تر روئے سخن حضرت سید اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' کی طرف ہی رہا۔

دراصل حضرت مولانا قاضی صاحب رحمہ اللہ نے تقویۃ الایمان کی عبارات پر اعتراض کے دفاع کے باوجود اسے حضرت شہید رحمہ اللہ کی تصنیف ماننے سے انکار فرمایا ہے ان کے خیال میں ایسی کتاب حضرت شہید کی تصنیف نہیں ہوسکتی حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ تقویۃ الایمان کے دفاع پر اظہار مسرت فرمانے کے باوجود ان کے اس نظریہ اور موقف سے متفق نہیں ہیں کہ یہ حضرت شہید کی کتاب نہیں ہے بلکہ دیگر اکابر کی طرح ان کی تحقیق اور رائے یہی ہے کہ ''تقویۃ الایمان'' حضرت شہید ہی کی کتاب ہے آپ کے مضمون میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر جو فیصلہ کن حیثیت کی حامل ہے تائید مزید کے طور پر ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

''حضرت مولانا شہید سے عقیدت ومحبت رکھنے والے ہمارے زمانہ کے اکثر علماء کرام کے بھی علم میں نہیں ہے کہ تقویۃ الایمان حضرت شہید کی حیات میں ان کی شہادت سے چار سال پہلے ۱۲۴۲ھ میں کلکتہ میں طبع ہوگئی تھی اس ایڈیشن کے نسخے اگرچہ قریباً نایاب ہیں لیکن بعض کتب خانوں میں محفوظ ہیں، ایک نسخہ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں بھی محفوظ تھا اس عاجز کو بھی اب سے ایک سال پہلے تک اس نسخہ کا علم نہیں تھا میرے ایک دوست مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی نے اس کو تلاش کر کے نکالا اور اس کا فوٹو اسٹیٹ لے لیا، اس عاجز نے اس کو دیکھا ہے، اس نسخہ کے دریافت کے بعد ان لوگوں کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جنہوں نے ''تقویۃ الایمان'' کے حضرت شہید کی تصنیف ہونے کے بارہ میں شک وشبہ کا اظہار کیا ہے یا اس کی بعض عبارتوں کے بارہ میں الحاق کی بات کہی ہے، اس نسخہ کا سرورق اور پہلے صفحہ کا عکس اگلے ورق پر ملاحظہ فرمائیے'' (محمد منظور نعمانی املاءً)

(حاشیہ ص ۱۸۳ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ خصوصی اشاعت مئی تا اگست ۱۹۸۹ء)

فقط

احقر سید عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

جناب کا رسالہ مبارکہ "تلغلہ بر زلزلہ" موصول ہو کر باصرہ نواز ہوا جزاکم اللہ خیرا، اول سے آخر تک پورا رسالہ بغیر وقفہ کے ایک ہی مجلس میں سننے کا شرف حاصل ہوا والحمدللہ علی ذلک۔

یہ رسالہ کسی تبصرہ کا محتاج نہیں بلکہ خود ہی جامع اور مفید تبصرہ ہے، اس رسالہ کا طرز بیان بحمداللہ مصلحانہ ہونے کے ساتھ ساتھ ناصحانہ بھی ہے اور مصالحانہ بھی، ہر مکتب فکر کا شخص اس کو بلاتکلف پڑھ سن سکتا اور اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔ حضرات اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات کا مفہوم سیاق وسباق کے پیش نظر عمدہ طریقہ سے واضح فرما دیا گیا اور اس میں کسی طرح کا تعصب نہیں روا رکھا گیا، اس لئے ہر منصف مزاج کیلئے ضروری ہے کہ ان تمام عبارات کے مفہوم ومطلب کو متعین کرتے ہوئے ان کے سیاق وسباق کو ملحوظ رکھے اور ان کے ایسے معانی اور مفاہیم ان کے مصنفین کی طرف منسوب نہ کرے جو ان کی مراد ہی کے خلاف نہیں بلکہ تصریحات کے بھی خلاف ہوں۔

پھر جب کہ تقویۃ الایمان کی عبارات کے معانی اور مفاہیم اس کے سیاق وسباق کی روشنی میں واضح فرما دیئے گئے اور ان تمام عبارات کا مطلب صاف اور بے غبار مسلک اہل سنت والجماعت کے موافق ہونا ثابت کر دیا گیا تو اس تکلف کی حاجت نہیں رہتی کہ یہ کتاب حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ کی نہیں ہے۔

ہمارا موقف یہ ہے کہ تمام عبارات صحیح اور مسلک اہل سنت والجماعت کے موافق ہیں اور جناب نے اس موقف کو دلائل واضحہ کے ساتھ احسن طریقہ سے ثابت کر دیا ہے اور ہمارے اکابر رحمہم اللہ حضرت قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سے لے کر مولانا محمد منظور نعمانی مدفیوضہم تک سب ان عبارات پر اعتراضات کے جوابات یہ تسلیم کر کے دیتے رہے کہ یہ حضرت شہید مرحوم کی ہی کتاب ہے، اب ان اکابر کی تغلیط کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی اور نہ ہی انگریزوں کے اپنے مفاد کی خاطر پروپیگنڈے سے متاثر ہونے کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس کتاب کے مصنف کو جاہل قرار دینے کی حاجت۔

قرآن وسنت کی روشنی میں شرک وبدعات کی جو وضاحت اس کتاب میں کی گئی ہے اور جس کو جناب نے بھی بڑی سلجھی ہوئی عبارت میں پیش فرما کر حق دفاع ادا فرما دیا ہے، کیا یہ کسی جاہل سے

متوقع ہے، اگر وہ انگریز کی زبان میں جاہل ہے تو ہم جیسے ہزارہا عالم کہلانے والے اس ایک جاہل پر قربان ہونے کے لائق ہیں، یہ انگریز کے حواریوں کا پروپیگنڈا حضرت شہید رحمہ اللہ کو بدنام کرنے کا معلوم ہوتا ہے۔

جب اس کتاب کی کوئی عبارت بھی مسلک اہل سنت کے خلاف نہیں ہے تو پھر یہ کتاب حضرت شہید مرحوم کی دوسری کتابوں منصب امامت وغیرہ کے خلاف کیوں ہوگی، اور ایک کی نسبت دوسری نسبت سے کیوں مانع ہوگی؟

ان میں کوئی تضاد اور تمانع نہیں ہے کہ ایک کی نسبت کے صحیح ہونے سے دوسری کی نفی لازماً ہوتی ہو، ان میں جمع ممکن ہی نہیں بلکہ واقع ہے۔

اگر تعارض ثابت کیا جائے تو پھر یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ تقویۃ الایمان کے مضامین مسلک حقہ اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں جبکہ منصب امامت وغیرہ یقیناً مسلک حقہ کے موافق ہیں تو اس طرح تو بدعتیوں کے الزام کو تقویت پہنچتی ہے وہ بھی یہی الزام دے رہے ہیں کہ اس کتاب کے مضامین مسلک حقہ اہل سنت کے خلاف ہیں، اس الزام سے بریت کا یہ طریقہ کہ یہ کتاب حضرت شہید رحمہ اللہ کی نہیں ہے ان حضرات اکابر رحمہم اللہ پر الزام قائم کرتا ہے کہ انہوں نے اس کو حضرت شہید رحمہ اللہ ہی کی کتاب کیوں سمجھا ہے، دوسرے اس الزم کو صحیح تسلیم کرنا ہوگا کہ اس کتاب کے مضامین صحیح نہیں، البتہ دوسرا الزام کہ یہ مولانا شہید رحمہ اللہ کے مضامین ہیں صحیح نہ ہوگا جبکہ یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ مولانا شہید رحمہ اللہ کی تصنیف نہیں ہے۔

یہ معلوم ہے کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی رحمہ اللہ، حضرت مولانا مملوک علی رحمہ اللہ وغیرہ کے شاگرد ہیں آپ کا دہلی میں سالہا سال قیام رہا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے خاندان سے قریبی اور براہ راست نسبت تلمذ حاصل ہے۔

آپ کی شہادت و شھد شاھد من اھلھا کی قبیل سے ہے، وہ اس کتاب کو حضرت مولانا شہید رحمہ اللہ ہی کی تسلیم فرما کر اس کی عبارت کی توجیہ فرماتے ہیں (فتاویٰ رشیدیہ ص......)

مولانا منظور نعمانی مدظلہ نے سالہا سال تک اس سلسلہ میں مناظرے کئے اور کتابیں لکھیں اور بہت زیادہ تعلق ان مباحث سے رہا ہے مگر انہوں نے اس کو حضرت شہید رحمہ اللہ کی کتاب سمجھا

(مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ پر اہل بدعت کے الزامات) یہی حال حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری رحمہ اللہ کا رہا (تزکیۃ الخواطر وغیرہ) لیکن پھر بھی اگر کسی تحقیق سے یہ کتاب حضرت شہید رحمہ اللہ کی ثابت نہ ہو تو یہ ایک واقعہ میں اختلاف ہوگا کہ بعض کے نزدیک اس کی نسبت حضرت شہید رحمہ اللہ کی طرف صحیح نہ ہوگی اور اکابر متقدمین اور واقف حال حضرات رحمہم اللہ نے اس کی نسبت کو صحیح سمجھا اور اپنے اپنے علم کے مطابق ہر صاحب نے حکم لگادیا ولکل و جھة ھو مولیھا سب نے اپنی اپنی صوابدید کے مطابق ہی فرمایا ہوگا۔

مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ کتاب کے مضامین صحیح اور مسلک حقہ کے بالکل مطابق ہیں اس کے مؤلف خواہ کوئی بھی ہوں اس سے اصل مسلک پر کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اس کتاب کے مضامین کو سب اہل حق نے قبول فرمایا ہے اور وہ اس پر اعتراض کرنے والوں کا ہمیشہ جواب تحریراً اور تقریراً دیتے رہے ہیں اسلئے یہ کہنا بھی بالکل غلط معلوم ہوتا ہے کہ "انگریزوں نے کسی کم علم دیہاتی مولوی سے گنواری اردو میں یہ کتاب لکھوائی" (ص ۱۸) یہ کتاب کسی کم علم کی لکھی ہوئی نہیں ہے اور نہ ہی گنواری اردو میں ہے، اس کی زبان اس زمانہ کی فصیح اور سلیس زبان ہے اور محاورات بھی اسی زمانہ کے ہیں۔ اگر بعض رکیک عبارتیں ص ۲۰ پیش کی جاتیں تو ان پر غور کا موقع ملتا مجرد جرح قابل اعتبار نہیں ہوتی۔

جناب نے ارشد صاحب پر گرفت فرماتے ہوئے فرمایا ہے تقویۃ الایمان میں تو جملہ تھا کہ کوئی کشف کا دعویٰ رکھتا ہے تو اس جگہ لکھ دیا کوئی کشف کا دعویٰ کرتا ہے، حالانکہ دعویٰ رکھنے اور دعویٰ کرنے میں بڑا فرق ہے اور ارشد صاحب اس قدر کم علم نہ ہوں گے کہ دعویٰ رکھنے اور دعویٰ کرنے کے فرق کو بھی نہ جانتے ہوں (ص ۲۹)

اب یہ بات قابل غور ہے کہ کیا یہ عبارت کسی کم علم کی لکھی ہوئی ہے؟ اور کیا یہ گنواری اردو ہے؟ جس میں دعویٰ رکھنے اور دعویٰ کرنے کا دقیق فرق ملحوظ رکھا گیا ہے؟ جس کو جناب ارشد صاحب جیسے علامہ کہلوانے والے بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔

احقر کی اس عرض گذاری کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) تقویۃ الایمان کے مضامین قرآن وسنت کی روشنی میں لکھے گئے ہیں اور وہ سب مسلک حقہ اہل سنت والجماعت کے موافق ہیں، اس کے مضامین اور "عبقات" اور "منصب امامت" کے

مضامین میں کوئی تعارض نہیں ہے، جب تک ان میں تعارض نہ ثابت کیا جائے اس وقت تک یہ کہنا کہ اگر عبقات اور منصب امامت حضرت شاہ شہید رحمہ اللہ کی تصانیف ہیں تو پھر تقویت الایمان آپ کی تصنیف نہیں ہوسکتی اگر تقویۃ الایمان ان ہی کی تصنیف ہے تو پھر عبقات اور منصب امامت کی نسبت مرحوم کی طرف غلط ہوگی اور یہ بات حقائق کے خلاف ہے (ص ۲۰) محتاج ثبوت ہے جب تک ان میں تعارض ثابت نہ کیا جائے اس وقت تک اس کو بنیاد بنا کر تقویت الایمان کی حضرت شاہ شہید رحمہ اللہ کی طرف سے نسبت کی نفی کرنا محل نظر ہے بلکہ صحیح نہیں ہے، یہ بنیاد جب صحیح ہوسکتی ہے کہ جب ان کتابوں کی عبارات میں دلائل واضحہ سے تعارض کو ثابت کردیا جائے اور ان میں تاویل و تطبیق اور رفع تعارض کی کوئی صورت ممکن نہ ہو۔

(۴) تاریخی طور پر اس کی نسبت میں اگر چہ کلام ہو جیسا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ کتاب حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی طرف نسبت کی جاتی ہے (جس کی نسبت میں بھی لوگوں کو کلام ہے) (مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم ص ۲۰۶) مگر اس کو حضرت مدنی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق اس کتاب کی نسبت حضرت شہید رحمہ اللہ کی طرف صحیح نہیں ہے (۱۹) کے الفاظ میں پیش کرنا صحیح ترجمانی نہیں ہے، مکتوبات شیخ الاسلام کے منقولہ بالا جملہ بین القوسین میں صرف لوگوں کو اس کی نسبت میں کلام ہونے کا ذکر ہے اس کو حضرت رحمہ اللہ کی تحقیق قرار دینا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

تاریخی طور پر نسبت میں کلام کرنے سے ان کے کلام میں تعارض پیدا کرکے کتاب کی تغلیط اشد ہے کیونکہ نسبت صحیح ہو یا نہ ہو اس کے مضامین کی صحت پر سب کا اتفاق ہے اور تمام اکابر علماء تقویت الایمان کی تائید کرتے رہے ہیں، اس صورت میں سب اکابر رحمہم اللہ کی تغلیط لازم آتی ہے اور یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ ان سب نے غلط مضامین کی تائید کی ہے، مولانا شہید رحمہ اللہ کو اعتراض سے بچانے کیلئے دوسرے اکابر علماء رحمہم اللہ کو مورد الزام قرار دے دینا کیا رفع الزام کی بہتر صورت ہے؟ کہ حضرت شہید رحمہ اللہ پر سے تو الزام کو رفع کیا جائے مگر دوسرے اکابر رحمہم اللہ تصدیق کنندگان پر الزام عائد ہو جائے، غور فرمالیا جائے؟

جناب نے جس مصالحانہ انداز تحریر کو اس رسالہ میں اپنایا ہے اس کا زیادہ سے زیادہ تقاضا یہ

ہے کہ کوئی لفظ بھی دل آزار اور موجب ملال تحریر میں نہ آئے، کافی حد تک اس کا لحاظ جناب کی تحریر میں رکھا گیا ہے، اس لئے مناسب تھا کہ (۳۴) پر جو فرضی سوال بطور مثال لکھا ہے ''کہ شہر رائے بریلی میں ایک مولوی احمد رضا خان صاحب رہتے ہیں انہوں نے اپنے محلّہ میں ایک چکلہ کھول رکھا ہے اور ان کے دولڑ کے ہیں وہ بھی مولوی ہیں ان دونوں نے اپنے اپنے محلے میں ایک ایک شراب خانہ کھول رکھا ہے اور تینوں اپنی اپنی مسجدوں میں امامت بھی کراتے ہیں'' یہ بھی کسی اور فرضی نام سے ہی فرض کیا جاتا۔

اس میں ایک بھول بھی ہوگئی کہ ''رائے بریلی'' لکھا گیا مولوی صاحب موصوف کی رائے بریلی نہیں ہے بلکہ ''بانس بریلی'' ہے، رائے بریلی تو ہمارے حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کا مسکن ہے۔

کیونکہ مقصد تو دوسرے نام سے بھی حاصل ہے پھر اس کی ضرورت نہیں ہے کہ فرضی طور پر ہم ایسے شخص کا نام لیں جس کے عقیدت مند برا منائیں اور وہ بھی اس کے جواب میں ہمارے کسی بزرگ کے ساتھ یہ معاملہ کریں جذبہ ''اتحاد اہل سنت'' کے مطابق یہی بہتر تھا کہ زید، عمرو وغیرہ فرضی ناموں سے یہ سوال قائم کیا جاتا۔

(ص ۳۵) پر اتحاد ذات البین کیلئے فتویٰ تکفیر کی جو دل پسند توجیہ لکھی ہے کہ ممکن ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے سامنے علماء دیوبند کی طرف منسوب غلط عبارتوں کا استفتاء پیش ہوا ہو انہوں نے اپنی عدیم الفرصتی کی وجہ سے استفتاء کی عبارتوں کا اصل کتابوں کی عبارتوں سے انطباق نہ کیا ہو اور مستفتی پر اعتماد کر کے جواب لکھ دیا ہو یہ خلاف واقعہ ہے مستفتی پر اعتماد کر کے جواب لکھنے پر کوئی اعتراض نہیں مگر واقعہ تو یہ ہے کہ فتویٰ تکفیر کے مستفتی تو خود اعلیٰ حضرت بریلوی ہیں تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان، فتویٰ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ چاروں کی عبارتیں موصوف نے خود لکھی پھر ان کا عربی ترجمہ خود کیا پھر اس کا جوب خود لکھا (دیکھئے حسام الحرمین مؤلفہ اعلیٰ حضرت بریلوی)

اس حقیقت سے باخبر حضرات جناب کی اس دل پسند توجیہ کو توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ القائل ہی قرار دیں گے اور خلاف واقعہ بھی کہیں گے۔

عدیم الفرصتی کی خوب کہی، جناب والا وہ تو اس فتویٰ تکفیر کے بعد تقریباً بیس برس بقید حیات رہے ہیں اور اپنے اس فتوی پر مصر رہے حتیٰ کہ مناظرہ کے چیلنج حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ، حضرت مولانا سید احمد حسن امروہی رحمہ اللہ، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کو

دیتے رہے (دیکھئے قاصمۃ الظہر مناظر دیلند شہر)

فتویٰ تکفیر کی توجیہ وہی صحیح ہے جو حضرت العلام مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ سابق صدر دارالعلوم دیوبند نے مقدمہ بہاولپور میں فرمائی تھی جس کو آپ نے بھی نقل فرمایا ہے کہ فتویٰ کے دو حصے ہیں پہلا یہ کہ ہم نے حضور علیہ السلام کی توہین کی ہے، دوسرا یہ کہ جو حضور ﷺ کی توہین کرے وہ کافر ہے۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ اس سوال کا پہلا حصہ بالکل غلط ہے کہ ہم نے حضور ﷺ کی توہین کی ہے، کیونکہ ہم نے حضور ﷺ کی ہرگز بالکل قطعاً توہین نہیں کی، اور دوسرا حصہ بالکل صحیح ہے کہ جو کوئی حضور ﷺ کی توہین کرے وہ قطعاً کافر ہے (ص ۳۷)

اسی طرح ہماری گزارش بھی یہی ہے کہ فتویٰ تکفیر میں جن عبارتوں کی بنا پر حکم لگایا گیا ہے ان میں ہرگز ہرگز توہین یا کفریہ معانی کا پہلو نہیں ہے یہ اعلیٰ حضرت بریلوی کی غلط فہمی تھی کہ ان عبارات کے معانی کو صحیح طور پر نہیں سمجھ پائے اور امت میں تفریق کی بنیاد رکھ دی اور اختلاف کا دروازہ کھول دیا، اب جب تک یہ فتویٰ تکفیر قائم رہے گا اتحاد میں آہنی دیوار قائم رہے گی اور اتحاد کی کوئی کوشش خواہ کیسی ہی خیر خواہی اور اخلاص کے جذبے سے کی گئی ہو کامیاب اور نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ اتحاد کی پہلی شرط یہ ہے کہ فتویٰ تکفیر کو واپس لیا جائے اور ایک دوسرے کو مسلمان سمجھا جائے۔

اب آخر میں بعض اکابر دیوبند رحمہم اللہ کی چند عبارتیں تقویۃ الایمان کی تصدیق کے بارہ میں عرض کی جاتی ہیں:

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(۱) کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور وہ رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے، استدلال اس کے بالکل کتاب اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے اس کے رکھنے کو جو کفر کہتا ہے خود یا کافر ہے یا فاسق بدعتی ہے اگر اپنے جہل سے کوئی اس کتاب کی خوبی نہ سمجھے تو اس کا قصور فہم ہے کتاب اور مؤلف کتاب کی کیا تقصیر ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

بڑے بڑے عالم اہل حق اس کو پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کسی گمراہ نے اس کو برا کہا

تو وہ خود ضال و مضل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۲،۴۳)

(۲) بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں اگرچہ بعض مسائل میں بظاہر تشدد ہے اور تو بہ کرنا ان کا بعض مسائل سے محض افتراء اہل بدعت کا ہے...... تمام تقویۃ الایمان پر عمل کرے۔

فقط

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۴)

(۳) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو بزرگ اور علمائے حقانیین سمجھتا ہوں، ان کی کتابیں تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، براہین قاطعہ، فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ کو صحیح اور قابل عمل جانتا ہوں" (کفایت المفتی ص ۲۰۳ ج ۱)

سردست جو کچھ حاضر فی الذہن تھا حاضر کردیا ہے اور کسی قسم کا تکلف نہیں کیا گیا جناب کی خدمت میں عرض کرنے کا ایک مقصد اپنے خیالات کی تصحیح تا تغلیط بھی ہے امید ہے کہ جناب بغور ملاحظہ فرما کر اس کے بارہ میں اپنی رائے گرامی سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں گے تا کہ خذ ما صفا دع ما کدر پر عمل ہو سکے۔ والسلام مع الاکرام

احقر سید عبدالشکور ترمذی

مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال

ضلع سرگودھا ۳؍صفر ۱۴۱۰ھ

محترم جناب سید شمشاد حسین جھنگ

عالی سند

حضرت مولانا قاری محمد طیب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے وعظ سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے، جس سے ہمارے اکابرین کا اپنے بڑوں کی اولاد سے محبت، شفقت اور خاص تعلق کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت حکیم الاسلام نے فرمایا: حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ نے مجھ سے فرمایا کہ اس وقت میری سند اپنی جماعت میں سب سے عالی ہے، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک مجھ میں کم واسطے ہیں، میرا جی چاہتا ہے کہ میں تجھے حدیث کی سند دوں، مگر شرط یہ ہے کہ سہارن پور آ کر حدیث کی سند لو، میں نے عرض کیا حضرت! میں حاضر ہوں گا، لڑکپن کی بات تھی بھول بھال گئی، ایک برس گزر گیا اتفاق سے میں ایک سفر میں ساتھ ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ تو آیا نہیں؟ میں تجھے حدیث کی اجازت دیتا، میں نادم ہوا میں نے عرض کیا حضرت اب حاضر ہوں گا، پھر ایک برس گزر گیا وہ بھی لڑکپن کی بات تھی گزر گئی، اس کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت مولانا ہجرت کر کے مدینہ منورہ (زدھا اللہ شرفاً وکرامۃً) تشریف لے جا رہے ہیں، اب فکر ہوئی کہ پھر یہ دولت ہاتھ سے نکل جائیگی تو میں نے سہارنپور کا سفر کیا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے کہا حضرت میں حاضر ہو گیا ہوں، بہت خوش ہوئے، مولانا زکریا صاحب سے فرمایا مظاہر العلوم کے کتب خانہ میں جتنی حدیث کی متداول کتابیں ہیں سب لے آؤ، تو وہ معاجم مسانید اور صحاح ستہ سب لے آئے، ساری کتابیں جمع ہو گئیں، ہر ہر کتاب کا اول پڑھ کر حضرت نے مجھے حدیث کی اجازت دی کچھ مجھ سے پڑھوایا، بعض کتابوں کی نقل کرنے کی اجازت دی، اس کے بعد فرمایا بھائی مسلسلات کی اجازت بھی دیدوں، تو یہ جو مسلسل بالمصافحہ حضرت انس کی حدیث ہے اس کی اجازت مصافحہ کر کے اور میری ہتھیلی پر اپنی ہتھیلی رکھ کر دی، مصافحہ کیا اور حدیث نقل کی کہ یہ مصافحہ بھی مسلسل سند کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے، ان واسطوں سے گویا تیری ہتھیلی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر رکھی گئی، اس کے بعد دوسری حدیث حدیث مسلسل ''بالماء والتمر'' کی بھی عملاً اجازت دی، یہ حضرت علی کی حدیث ہے کہ آپ نے حضرت علی کے سامنے کھجور کی ضیافت کی اور اس کے بعد آپ نے کھجور کھائی اور کھا کر اس حضرت علی کو کھلایا اور

پانی پیا اور پیا ہوا پانی حضرت علی کو پلایا، گویا کھجور اور پانی کی دعوت کی اور دعوت کر کے پھر وہ حدیث سنائی کہ کھجور اور پانی کی دعوت کرنے میں کیا فضیلت ہے، حضرت علی نے اسی طرح اپنے شاگرد کو اجازت دی، کہ خود کھجور کھائی الش اسے کھلایا، پانی پیا اور بچا ہوا پانی پلایا اور حدیث پڑھی، یہ مسلسل عمل چلا آ رہا ہے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے کھجور منگوائی اور پانی بھی منگوایا (زمزم کا پانی) کھجور رکھا کر الش مجھے کھلایا اور پانی مجھے پلایا اور حدیث نقل فرمائی اور اس کی اجازت دی، تو عملاً حدیث مسلسل بالماء والتمر اور مسلسل بالمصافحہ کی اجازت دی اور پھر روایۃً ساری مسلسل کی اجازت دی کہ میں حدیث کی اجازت دیتا ہوں تو ان کو روایت کر سکتا ہے۔ میرے عرض کرنے کا مطلب یہ تھا کہ محدثین نے فقط قول نبی نقل نہیں کیا معانی بھی نقل کئے اور معانی ہی نہیں بلکہ وہ افعال اور ہیئتیں بھی سند کے ساتھ ہم تک پہنچائیں جو افعال پہنچتے آئے ہیں (خطبات حکیم الاسلام ج ۴ ص ۵۵۶ تا ۵۵۸)

....

چار مہلک چیزیں

بدترین برائیوں میں سے ایک سود بھی ہے اور یہ برائی اس درجہ عام ہو چکی ہے کہ لوگوں کے دلوں سے اس کی برائی تک کا احساس مٹ چکا ہے، دنیا اور آخرت میں اس کی سزائیں بھی بڑی دردناک ہیں، حضرت عبدالرحمن بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جن بستیوں میں چار باتیں عام ہو جاتی ہیں وہ بستیاں برباد کر دی جاتی ہیں (۱) کم تولنا (۲) کم ناپنا (۳) زنا کاری (۴) سود خوری۔ زنا کاری سے وبائی امراض پھیلتے ہیں، کم تولنے سے بارش بند ہو جاتی ہے، سود خوری سے قتل و خون ریزی کا بازار گرم ہو جاتا ہے، آج کونسی چیز ہے جو ہمارے معاشرے میں نہ پائی جاتی ہو۔

ان مذکورہ باتوں سے اچھی طرح معلوم ہو رہا ہے کہ تاجر کیلئے تجارت کے مسائل کا سیکھنا کتنا اہم اور ضروری ہے بلکہ آج ننانوے فیصد بلکہ اس سے بھی زیادہ تاجر ایسے ہیں جو نہ مسائل سیکھتے ہیں اور نہ ان کی اہمیت کا ان کو احساس ہے، ستم بالائے ستم یہ کہ بعض حضرات تو اس وجہ سے شرعی احکام سے گریز کرتے ہیں کہ ان کے سیکھنے کے بعد حلال و حرام کے چکر میں پڑ کر دنیا نہیں کما سکتے اور بعض ظالم تو زبان سے ایسے کلمات تک نکالتے ہیں کہ مولوی لوگ حلال و حرام کے چکر میں پھنسا کر ہمیں کمانے نہیں دیتے دنیا کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی ہے، تف (افسوس) ہے ایسے خیالات رکھنے اور ایسے کلمات کہنے والے پر اسے یہ خبر نہیں کہ کل کو پروردگار عالم کی عدالت میں کھڑا ہوگا جہاں عدل کی ترازو نصب ہوگی جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے ”ایسے ناپ تول کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہے جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا پورا لیں اور جب ان کو یعنی لوگوں کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ لوگ اٹھائے جائیں گے ایک بڑے دن میں جس دن سب لوگ رب العلمین کے سامنے کھڑے ہوں گے“ (پ ۳۰ سورۃ المطففین آیت ۱ تا ۶) (از تحیۃ الغافلین ملخصا) مرسلہ: سید فیضان بخاری قائد آباد

مولانا محمد عمر چاریاری سرگودھا

فلاحی ریاست خلافت راشدہ کے آئینہ میں

موضوع سخن دو حصوں پر مشتمل ہوگا ایک فلاحی ریاست کا تصور اور دوسرا اس کا عملی نمونہ

کسی بھی نظریہ اور تھیوری کیلئے نمونہ کے طور پر پیش کرنے کو حضرات خلفاء راشدین سے بڑھ کر کوئی مثال نہیں مل سکتی، انسانیت کے مرقع میں بلکہ اس پوری کائنات میں اس سے زیادہ حسین وجمیل اور دلکش و دلآ ویز تصویر نہیں ملتی جو ان کی زندگی میں نظر آتی ہے، ان کی شفقت و رافت، ان کی شہسواری وشوق شہادت، ان کی شب زندہ داری و ذوق عبادت اور ان کا حسن انتظام تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔

مذہبی شعور، اعلیٰ اخلاقی قدریں اور معاشی واقتصادی خوشحالی اور امن وامان کسی بھی فلاحی ریاست کے بنیادی عناصر ہیں، تاریخ شاہد ہے کہ جس ریاست کی بنیاد مذہب پر رہی ہے اس میں ہمہ قسم کی شوکت اور سطوت کے باوجود تواضع اور خدمت خلق جیسے اوصاف نمایاں رہے ہیں۔

اور اس کے علی الرغم طاغوتی ریاست جس کی بنیاد خدا اور مذہب کے تصور پر نہیں اس میں کبر وانانیت اور جبر ہوگا، مخلوق خدا کو اس میں اپنی راحت اور عیش کا آلہ سمجھا گیا ہوگا، تاریخ کے اوراق سے کوئی سی ایسی دو شخصیتیں منتخب کریں ان میں امتیازی خطوط یہی ہوں گے۔

ایثار وقربانی کے جذبوں کے سوا بھی کوئی ریاست پنپ نہیں سکتی اور نہ ہی باشندگان ریاست میں باہمی تعاون کی ریت جاری ہوسکتی ہے اور یہ چیزیں اعلیٰ اخلاقی قدروں ہی سے حاصل ہوسکتی ہیں۔

جب یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ وہی ریاست کامل فلاحی ریاست ہے جس کے باشندے ایک دوسرے کا تعاون کریں، ان میں ایثار وقربانی کا جذبہ ہو، اپنے حقوق لینے میں وہ سہل انگاری سے کام لیں لیکن حقوق کی ادائیگی میں وہ پوری تندہی اور ذمہ داری کا ثبوت دیں، اور حاکم بھی وہی عادل ہے جس میں عوام کیلئے تواضع اور خدمت کے جذبات ہوں، تو پھر جان لیجئے کہ کسی بھی فلاحی اور عوامی حقوق کی ضامن ریاست کا قوام مذہبی شعور، اعلیٰ اخلاقی قدروں اور معاشی واقتصادی خوشحالی ہی سے تیار ہوتا ہے۔

اقتصادی بہتری تو بدیہی ہے تاہم اس زمانہ میں لادینی اور مادی فلسفوں کے شائع ہوجانے کی وجہ سے ریاست کیلئے مذہب اور اخلاق کی ضرورت نظری ہوچکی ہے، اس لئے ان دوکو میں نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

یہ تو فلاحی ریاست کا بنیادی ڈھانچہ ہے لیکن اس کے استحکام اور بقاء کیلئے ضروری ہے کہ باشندگان ریاست انفرادی زندگی میں اپنے شب و روز کا اور ارباب حل وعقد اپنی اجتماعی زندگی اور قومی روییے کا احتساب کرتے رہیں۔

اقبال کے الفاظ میں ؎

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
کرتی جوہر زماں اپنے عمل کا احتساب

اب میں اپنے موضوع کے اہم حصہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں یعنی عہد خلافت راشدہ کے ان حالات وواقعات کی طرف جن سے میں نے یہ نظریات اخذ کئے ہیں۔ عہد جاہلیت کا ذکر میں نہیں کروں گا مبادا کسی کو خیال گزرے کہ نظام خلافت راشدہ اس تاریک دور کا ردعمل تھا، نہیں بلکہ حضرات خلفاء راشدین نے جو نظام قائم کیا تھا اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی دستور پسندیدہ ہے۔

عہد صدیقی کا وہ پہلا واقعہ دیکھو جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مرتدین کے خلاف اٹھتے ہیں اور تاریخی جملہ ارشاد فرماتے ہیں اینقص الدین وانا حیّ (دین میں کتر بیونت ہو اور میں زندہ رہوں) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ ایک فقرہ قیامت تک کیلئے خلفاء کو احساس ذمہ داری دلانے کو کافی ہے کہ جب بھی معاشرہ میں مذہبی روح کمزور ہونے لگے تو خلیفہ عوام میں کسی ایسے اقدام سے تازہ روح پھونکے۔

اس عہد زریں میں ٹیکس اور لگان کا بوجھ بھی نظر نہیں آتا، اسی قسم کی ذمہ داریوں ہی سے عام باشندوں میں عبادات اور آخرت کی تیاری کی رغبتیں کمزور پڑتی ہیں۔

حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ معنا اللہ بعلومہ وعرفانہ معاشروں میں پھیلنے والی اقتصادی بدحالی کا راز یہ بتاتے ہیں کہ کچھ ضروری پیشے ترک کردیئے جاتے ہیں اور کچھ لوگ محنت سے دست کش ہوکر بیت المال اور قومی خزانے لوٹتے ہیں، کوئی درباری شاعر ہے تو کوئی خانقاہ بیت المال کے ذمہ،

لیکن خلفاء راشدین تجارت میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔

اس سنہرے دور کی خوشحالی کا اندازہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حالات سے بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے ثلث مال سے متعلق وصیت فرمائی تھی کہ ہر بدری صحابی (جن کی تعداد اس وقت ایک سو تھی) کو چار چار سو دینار دیئے جائیں۔

اخلاقی قدریں اس مقدس دور میں اتنی بلند تھیں کہ ایک صحابی اپنے گھر مہمان لے گئے، گھر میں ایک آدمی ہی کا کھانا تھا، چراغ گل کر کے ساتھ بیٹھ گئے تاکہ مہمان سمجھے کہ میزبان بھی کھانے میں شریک ہے۔

اس عہد کی عالی ظرفی ثابت کرنے کو تو یہ ایک واقعہ ہی کافی تھا لیکن تاریخ ہمیں سنہری الفاظ سے مکتوب ایک اور واقعہ بھی سناتی ہے۔

جنگ یرموک میں ایک صحابی اپنے جان نکلتے بھائی کو پانی پیش کرتے ہیں لیکن وہ گرمی کی تپش، پیاس کی شدت اور نزع کی حالت کے باوجود دوسرے مسلمان بھائی کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔

امن و امان کی بقاء کیلئے عظیم الشان قربانیاں دینے والوں کی کمی نہیں، لیکن کیا انسانی جدوجہد کی پوری تاریخ خلیفۂ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کوئی مثال پیش کرسکتی ہے کہ فتنہ پردازوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر رکھا ہے، یہاں تک کہ ایک شخص آپ کے گھر میں داخل ہو کر آپ کو شہید بھی کر دینا چاہتا ہے، مگر صاحب خلافت و امارت ہونے کے باوجود ان لوگوں کے مقابلہ میں کسی ایک شخص کو بھی تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں دیتے کہ کہیں فتنوں کا دروازہ نہ کھل جائے۔

اتنے شاندار نظام کے باوجود وہ اپنے اجتماعی رویئے اور احتساب سے غافل نہیں ہوئے، کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جبلہ بن ایہم غسانی بادشاہ اور فاتح مصر سیدنا عمر بن العاص کے بیٹے کیلئے ریاست کے عام باشندوں کے مطالبہ پر قصاص کا فیصلہ فرما دیتے ہیں۔

دوستی اور دشمنی سے بے نیاز ایسے بے لاگ احتساب کی مثال نہیں مل سکتی۔

یادرفتگاں پروفیسر ایم ۔اے ۔عثمانی

شیخ القراءمولانا قاری محی الاسلام پانی پتی رحمہ اللہ (قسط ۵)

ابا جان کالڑکپن جس ماحول اور جن حالات میں گزرا ان میں ان کا کچھ بھی بن جانا ایک محال امر تھا کجا کہ اتنا بڑا عالم وامام بن جانا ،جیسا کہ عرض کر چکا ہوں وہ تین بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے پھر ہمارے دادا جان نے کبھی گھر بسایا ہی نہیں نہ کبھی ایک جگہ قیام کیا، ابا جان ننھیال میں پلے،ان کے نانا، ماموں بڑے زمیندار اور بااثر لوگ تھے،ماں کو بیٹے سے از حد پیار تھا کسی کی مجال نہ تھی کہ اف کہہ سکے، کھیل کود کی کھلی چھٹی تھی، مکان کے پچھواڑے ایک وسیع احاطہ میں ریتی مکانات تھے جہاں بہت سے خاندان آباد تھے،ان کے لڑکے بالے سب ابا جان کے حکم کے پابند تھے، پھر ماموں کے کئی بیٹے تھے وہ سب بھی ابا جان کو لیڈر تسلیم کر چکے تھے لہذا سارا دن کھیل کود اور فضول مشاغل میں گزرتا تھا،ان حالات میں اگر رئیس زادوں کی طرح بگڑ جاتے اور کبوتر بازی، مرغ بازی، پتنگ بازی جیسے تباہ کن شوق اختیار کر لیتے تو کیا تعجب تھا،لیکن اللہ نے انہیں دوسرے ہی مقصد کیلئے پیدا فرمایا ان کی تعلیم وتربیت میں ان کی فطری سعادت کے علاوہ ان کی پھوپھی کا بڑا ہاتھ تھا جن کا نہ اپنا کوئی بیٹا تھا نہ نواسہ اور جنہوں نے بالآخر اپنی اکلوتی نواسی ان سے بیاہ کر ابا جان کو تا زندگی اپنے ساتھ ہی رکھا۔

لڑکپن ہی سے ابا جان نہایت ذہین، فطین اور دلیر تھے ہر قسم کے مردانہ کھیلوں میں حصہ لیتے تھے اور اپنے ساتھیوں کے مسلمہ سردار اور کپتان تھے، ان کی دلیری کے بہت سے واقعات اماں جان بیان کرتی تھیں، سب سے حیرت ناک وہ دو واقعات ہیں جب ان کا سامنا جنات سے ہوا اور اگر میں نے انہیں اماں جان جیسی ثقہ، پارسا اور عابدوزاہد خاتون سے نہ سنا ہوتا تو مجھے یقین کرنے میں تامل ہوتا۔

نوجوانی کے زمانہ میں ابا جان نے چند دوستوں کے ساتھ مل کر اپنے ماموں کے گھر سے ملحق ایک ویران کمرہ کو اپنا ٹھکانا بنالیا، سب دوست مل کر یہاں مطالعہ بھی کرتے تھے اور گپ شپ بھی،ان کی غیر حاضری میں کمرہ مقفل رہتا تھا اور صرف دو دوستوں کے پاس اس قفل کی چابی تھی ایک ابا جان کے اور دوسرے کا نام مجھے یاد نہیں، روزانہ جب وہ لوگ صبح کو کمرہ کھولتے تو اپنی کتابوں اور سامان کو بے ترتیب پاتے، دونوں دوست ایک دوسرے کو الزام دیتے کہ چونکہ چابی صرف تمہارے پاس ہے اس لئے ضرور تم

ہماری غیر حاضری میں یہاں آتے ہو اور جاتے ہوئے چیزیں واپس ان کی جگہ پر نہیں رکھتے، دونوں ہی پوری شدت سے اس الزام کی تردید کرتے، لیکن بظاہر اس کے علاوہ کمرہ کے یوں بے ترتیب ہونے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی تھی۔ ایک روز ابا جان نصف شب کے قریب ادھر سے گزر رہے تھے تو دروازہ کی درزوں سے چھن چھن کر روشنی باہر پڑتی نظر آئی، انہیں یقین ہوگیا کہ آج چور پکڑا جائے گا لہذا دبے قدموں کمرہ کے دروازہ تک آئے اور مقفل دروازہ کی درزوں میں سے اندر جھانک کر دیکھا تو ایک سفید ریش اجنبی کو تپائی پر جھکے ہوئے کتاب پڑھتے پایا، بہت حیران ہوئے اور آہستہ سے قفل کھول کر ایک دم دروازے کے پٹ کھول دیے، وہ اجنبی چونک کر کھڑا ہوگیا اور اس کا وجود پھیلنا شروع ہوا تو اس کا سر چھت سے جالگا، پھر اس نے اور کئی صورتیں بدلیں، لیکن ابا جان بے خوف دہلیز پر کھڑے اس کی حرکتیں دیکھتے رہے، آخر وہ اجنبی اپنی پچھلی حالت پر واپس آ گیا اور کہنے لگا "نوجوان! میں قوم جنات سے تعلق رکھتا ہوں اور یہ کمرہ مدت سے میرے استعمال میں ہے اب تم لوگوں کے یہاں بیٹھنے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے لہذا تم لوگ اپنا ٹھکانا کہیں اور کرلو" سو ابا جان اور ان کے دوستوں نے وہ کمرہ چھوڑ دیا اس کے بعد اس کمرہ کو کسی نے نہیں کھولا، میرے لڑکپن میں اس کا دروازہ بدستور مقفل تھا لیکن چھت گر چکی تھی کئی بار ہم دوستوں کا جی چاہا کہ اس تاریخی کمرہ کو اندر سے دیکھیں لیکن حوصلہ نہیں پڑا۔

(پانی پت کے قاری) ....(جاری ہے)

ملفوظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

فرمایا کہ الحمدللہ اکابر رحمہم اللہ سے محبت اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈال دی ہے اور یہی ہمارا سرمایہ ہے، اس محبت کی وجہ سے بہت سے فتنوں سے اللہ تعالیٰ نے بچا کر رکھا۔ اہل سنت والجماعت کی صحیح تعبیر اور صحیح مزاج ان حضرات سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

مطالعہ سے علم حاصل ہوتا ہے ذوق نہیں بنتا، ذوق مجلس سے بنتا ہے، آج کل اس کی بہت کمی ہوگئی ہے طلباء، علماء سب کیلئے مجلس ضروری ہے۔ (حیات ترمذی ص ۵٦٧)

سید حافظ محمد اکبر شاہ بخاری جام پور

شیخ الحدیث مولانا حسن جان مدنی شہید

ملک کے ممتاز عالم دین شیخ الحدیث عارف باللہ حضرت مولانا حسن جان مدنی پشاوری کو ۲؍رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ بمطابق ۱۵ ستمبر ۲۰۰۷ء بروز جمعرات شام کو پشاور کے علاقے وزیر باغ میں نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے اس وقت شہید کر دیا جب وہ افطار کے بعد نماز مغرب کیلئے قریبی مسجد میں جارہے تھے ،مولانا کو شدید زخمی حالت میں پشاور کے لیڈی ریڈنگ ہسپتال لے جایا گیا جہاں وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے راستے ہی میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا کی نماز جنازہ قیوم سٹیڈیم میں ادا کی گئی جس میں ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی نماز جنازہ میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی اور آپ کو آہوں اور سسکیوں میں پشاور کے نواحی علاقے جھگڑا میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ آپ کی شہادت عالم اسلام کیلئے عظیم سانحہ ہے اور علمی و دینی حلقوں کیلئے ناقابل تلافی نقصان ہے ،شیخ الحدیث مولانا حسن جان ۵؍جنوری ۱۹۳۸ء میں چارسدہ کے گاؤں پڑانگ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم آبائی علاقے میں اپنے والد مکرم مولانا علی اکبر جان اور دیگر علماء سے حاصل کی ،بعد ازاں ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کیلئے آپ جامعہ اشرفیہ لاہور چلے گئے اور دورہ حدیث کی کتب اپنے وقت کے جلیل القدر محدثین ومفسرین اور محققین سے حاصل کی۔

شیخ المحدثین علامہ محمد ادریس کاندھلوی استاذ الاساتذہ حضرت مولانا رسول خان ہزاروی اور فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور اعلیٰ درجے میں سند الفراغ حاصل کی ،اس کے بعد مزید علم وحدیث کی اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے مدینہ یونیورسٹی تشریف لے گئے جہاں پانچ برس تک علم حدیث کے اکتساب میں مصروف رہے ،آپ کو مدینہ یونیورسٹی اور الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ کا پہلا پاکستانی طالب علم ہونے کا بھی اعجاز ہے ،آپ پشاور کی مشہور درویش جامع مسجد کے خطیب اور جامعہ امداد العلوم پشاور کے گزشتہ پچیس سال سے مہتمم اور سرپرست اعلیٰ بھی تھے ،آپ کا شمار نہ صرف ملکی ممتاز علمی ،دینی وسیاسی شخصیات میں ہوتا تھا بلکہ آپ وفاق المدارس پاکستان کے نائب صدر بھی تھے ،جمعیت علماء اسلام کی مرکزی شوریٰ کے رکن بھی تھے اور

۱۹۹۰ء کے انتخابات میں جمعیت کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کا الیکشن بھی لڑا تھا اور خان عبدالولی خان مرحوم کو شکست فاش سے دوچار کیا تھا۔ آپ کے علمی و سیاسی مقام کو آپ کے مخالفین بھی تسلیم کرتے تھے اور آپ ایک جید عالم ہونے کے ساتھ ایک زیرک مدبر اور قابل سیاست دان بھی تھے۔

آپ خالصۃً ایک علمی و دینی شخصیت کے مالک تھے اور ساری عمر دین اسلام کی خدمت میں گزاری، آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت تھانوی سے قائم تھا، ان ہی کے خلیفہ خاص حضرت مولانا فقیر محمد پشاوری سے اصلاحی تعلق قائم اور سلوک و تصوف کی منازل طے کیں اور بالآخر خلافت سے نوازے گئے، آخر دم تک اپنے شیخ و مرشد کے مسلک و مشرب پر قائم رہے اور ان ہی کے مدرسہ جامعہ امدادالعلوم اور مسجد درویش کو احسن طریق پر چلاتے رہے، ساری عمر درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح میں بسر کی، ہزاروں شاگرد پیدا کئے اور ہزاروں مریدین ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہیں، آپ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی جماعت مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان سے وابستہ تھے اور باقاعدہ مجلس کی مرکزی شوریٰ کے رکن تھے، ہر سال جامعہ اشرفیہ لاہور میں سالانہ اجتماعات میں جاتے رہتے تھے، اسی طرح مجلس کے دیگر اجتماعات میں بھی بڑے ذوق و شوق سے تشریف لے جاتے تھے مجلس کے اکابرین سے ایک خاص تعلق تھا، حضرت مولانا عبیداللہ امرتسری مدظلہ العالی، حضرت مولانا سلیم اللہ خان کراچی، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا عبدالرحمٰن اشرفی، مولانا فضل الرحیم اشرفی، مولانا مشرف علی تھانوی، مولانا تنویرالحق تھانوی اور مولانا قاری محمد حنیف جالندھری یہ سب وہ حضرات ہیں جو وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے قائدین بھی ہیں اور مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے اکابرین بھی ہیں، یہی وہ اکابر علماء دیوبند ہیں جن پر آج عرب و عجم کو ناز ہے۔

شیخ الحدیث مولانا حسن جان شہید ایک عظیم محدث، محقق، ایک عارف کامل اور ایک عظیم شیخ و مربی بھی تھے، اتباع سنت کا پیکر، اخلاق و اوصاف اور کردار کا اعلیٰ نمونہ اور سلف صالحین کی جیتی جاگتی تصویر تھے، سلسلہ اشرفیہ امدادیہ کے عظیم رہنما تھے، وہ قرآن و حدیث کے بڑے ماہر تھے، مگر سادگی و تواضع میں اسلاف کی یادگار تھے، انتہائی مشفق و مہربان تھے، آپ کی شہادت سے جہاں عالم اسلام کے مذہبی و دینی حلقوں کو عظیم نقصان ہوا ہے وہاں وفاق المدارس العربیہ پاکستان، مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان، جمعیت علماء اسلام کو بھی عظیم نقصان ہوا ہے، ایسے لوگ بڑی مشکل سے پیدا ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کو درجات عالیہ نصیب فرمائے، آمین۔

حافظ سید محمد اکبر شاہ بخاری جام پور

عالم باعمل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد قاسم ڈیروی

استاذ العلما شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد قاسم ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مدرسہ رحیمیہ عابدیہ ڈیرہ غازیخان ایک جید عالم دین اور درویش صفت انسان تھے وہ اپنے اخلاق واوصاف میں سلف صالحین کا نمونہ تھے، انتہائی متواضع، ملنسار، ہنس مکھ اور سادگی کا پیکر تھے، ڈیرہ غازیخان ڈویژن میں مسلک علماء دیوبند کے ترجمان تھے، آپ نے ابتدائی اور ثانوی تعلیم علاقہ کے جید علما سے حاصل کی پھر اعلیٰ تعلیم کیلئے جامعہ خیر المدارس ملتان تشریف لے گئے جہاں استاذ العلما حضرت مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہ، محدث کبیر حضرت علامہ محمد شریف کشمیری اور فقیہ اسلام حضرت مولانا مفتی عبداللہ ملتانی سے دورۂ حدیث تک کی تعلیم حاصل کر کے سند الفراغ حاصل کی، بعد ازاں اساتذہ کے حکم پر ڈیرہ غازیخان شہر میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور ایک دینی مدرسہ حضرت مولانا عبدالرحیم اور حضرت مولانا مفتی عبداللہ کے نام سے مدرسہ رحیمیہ عابدیہ قائم کیا جو آہستہ آہستہ آپ کے دور اہتمام میں ترقی کی منازل طے کرتا رہا اور الحمدللہ آج ڈیرہ غازی خان کے مشہور مدارس میں شمار ہوتا ہے۔

فراغت تعلیم کے بعد سے لے کر آخر دم تک سلسلہ تدریس جاری رہا اور اونچے درجے کی کتب زیر درس رہیں آپ آخری وقت تک مدرسہ رحیمیہ عابدیہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث رہے، اور آپ ہزاروں تلامذہ کے استاذ ومربی رہے، آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی سے منسلک تھا انہیں کے سلسلہ کے عظیم بزرگ حضرت الحاج ڈاکٹر عبدالمجید ریواڑوی سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور خلافت واجازت حاصل کی۔

آپ حضرت حکیم الامت تھانوی کی دینی واصلاحی جماعت مجلس صیانۃ المسلمین ڈیرہ غازیخان کے صدر اور سرپرست بھی رہے اور مجلس کے سالانہ اجتماعات میں جامعہ اشرفیہ لاہور باقاعدگی سے تشریف لے جاتے رہے، اپنے مدرسہ میں بھی مجلس کے اکابرین کے بیانات کرواتے تھے، شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلوی، صاحبزادہ مولانا عبدالرحمٰن اشرفی، مولانا مشرف علی تھانوی، مولانا مفتی وکیل احمد شیروانی، مفتی عبدالشکور ترمذی، مفتی عبدالقادر اور دیگر حضرات کو بلوا کر اصلاحی بیانات کروائے،

الغرض آپ آخری دم تک مجلس صیانۃ المسلمین سے وابستہ رہے اور مجلس کے تحت جہاں بھی جلسے اور پروگرام ہوتے آپ بنفس نفیس تشریف لے جاتے تھے، ہمارے ہاں جام پور مجلس کے اجتماعات جامع مسجد عثمانیہ میں کئی بار تشریف لائے، احقر سے بے حد محبت وشفقت فرماتے تھے اور دعاؤں سے نوازتے تھے، انتہائی مخلص ومشفق اور مہربان تھے، خالصۃً ایک علمی شخصیت تھے، ساری عمر تدریسی اور تبلیغی واصلاحی کاموں میں گزار دی، مدرسہ رحیمیہ عابد یہ کے علاوہ ڈیرہ غازیخان میں کئی دوسرے دینی مدارس بھی قائم کئے، جن میں مدرسہ خلفاء راشدین اور مدرسہ بحرالعلوم نمایاں ہیں جنہیں آپ کے پوتے مفتی خالد محمود اور مولانا جمال عبدالناصر احسن طریق پر چلا رہے ہیں، ماشاءاللہ آپ کی اولاد میں سب ہی عالم، حافظ اور قاری حضرات ہیں اور سب کے سب علمی وتدریسی خدمات میں مصروف ہیں، صاحبزادگان میں قاری عبدالمجید صاحب زیادہ معروف ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم مرحوم کی عمر اسی سال کے لگ بھگ تھی اور آپ نے فراغت تعلیمی کے بعد ساری عمر درس وتدریس اور تبلیغ واصلاح میں بسر کی ہے۔ دینی مدارس کا نظم ونسق بھی چلایا ہے اور احادیث کے اسباق بھی باقاعدگی سے پڑھائے ہیں، ہزاروں شاگرد پیدا کئے ہیں سینکڑوں کی اصلاح کی ہے، اور خود ذاتی زندگی بھی زہد وتقویٰ اور علم وعمل میں گزاری ہے۔ آخری چند ماہ سے کچھ علالت میں رہے گردوں ومثانہ کی تکلیف رہی پھر پتھری ہوگئی جس کا آپریشن کرانے کیلئے ملتان لے جایا گیا اور بالآخر ضعف وکمزوری اتنی بڑھ گئی کہ آپریشن کے بعد آپ ۷؍رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۰؍ستمبر ۲۰۰۷ء بروز جمعرات شام کو رحلت فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بروز جمعۃ المبارک صبح ۸ بجے نماز جنازہ ادا کی گئی، ہزاروں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی، علماء، طلباء، حفاظ، قراء کی بڑی تعداد تھی، امامت کے فرائض حضرت مولانا قاری عبدالرحیم ملتانی جامعہ خیر المدارس نے انجام دیئے، حق تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے، آمین۔

؎ آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ تیرے گھر کی نگہبانی کرے

الاستفتاء

جمعہ کے دن چھٹی کا حکم

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن تعطیل (چھٹی) ہونی چاہئے اور یہ مستحب اور باعث برکت وباعث ثواب ہے، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن تعطیل کرنا بدعت، گناہ اور شریعت کے خلاف ہے۔ اگر چھٹی کرنی ہو یا کاروبار بند کرنا ہو تو پہلی اذان کے بعد کیا جائے، اس سے پہلے نہیں آپ مدلل طریقہ سے تحریر فرمادیں کہ کس کی بات صحیح ہے؟ اور شریعت کے مطابق ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: جمعہ کے دن جامع مسجد میں بہت جلدی جانا اور صبح سے ہی وہاں پہونچنا شرعاً مستحب اور قربت ہے۔ حدیث شریف میں اس کا ثواب بتلا کر اس کی ترغیب اور فضیلت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے آداب جمعہ میں فرمایا ہے الرابع البکور الی الجامع ...ویدخل وقت البکور بطلوع الفجر وفضل البکور عظیم (شرح الاحیاء ج ۳ ص ۲۴۵)

جب صبح صادق سے ہی جامع مسجد میں جانا باعث ثواب اور موجب قربت ہے، تو پھر جمعہ کے دن کاروبار بند کر کے ہی یہ فضیلت حاصل کی جاسکتی ہے اور عام تعطیل کر کے ہی تبکیر مستحب اور سویرے جانے پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے امام غزالی رحمہ اللہ نے ایسے تمام اشغال اور کاموں سے فارغ رہنے کو آداب جمعہ میں شمار فرمایا ہے۔ جن میں مشغول ہو کر جمعہ میں سویرے جانے کی فضیلت حاصل کرنے میں رکاوٹ پیدا ہوسکتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ویفرغ قبلہ من الاشغال التی تمنعہ من البکور الی الجمعۃ (شرح الاحیاء ج ۳ ص ۲۷۰)

تبکیر مستحب کے بھی اگرچہ درجات ہیں اور ہر درجہ کا علیحدہ ثواب وارد ہوا ہے، مگر افضل درجہ صبح کے وقت جامع مسجد جانا ہی ہے، اور یہ درجہ کاروبار اور اشغالِ دنیا میں مصروفیت کے ساتھ حاصل نہیں ہوسکتا، اس لئے جمعہ کے دن صبح سے ہی تعطیل عام اور کاروبار بند کرنا مستحب ہوگا۔ البتہ اذانِ جمعہ کے بعد کاروبار بند کرنا لازم اور واجب ہوگا، جس کا آیتِ جمعہ میں ذکر ہے، اور شریعت کا مشہور حکم ہے،

مگر اذان جمعہ کے بعد کاروبار بند ہونے کے وجوبی حکم سے یہ سمجھنا درست نہیں کہ اذان سے قبل کاروبار کرنا واجب ہے، اور یہ کہ کاروبار بند کرنا مستحب بھی نہیں ہے۔ ایسا سمجھنا حدیث تبکیر الی الجمعہ کے خلاف ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اذانِ جمعہ کے بعد تو کاروبار بند کرنا واجب ہے۔ اور اذانِ جمعہ کے قبل اگر چہ وجوبی حکم نہیں ہے، لیکن اس کا استحبابی حکم اوپر ثابت کر دیا گیا ہے، اس لئے اگر اذانِ جمعہ کے قبل استحبابی حکم سمجھ کر تعطیل کی جائیگی تو درست ہے تحریر بالا سے واضح ہو گیا ہوگا کہ اذان جمعہ سے قبل کی تعطیل بدعت اور گناہ اور شریعت کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک مستحب اور کار ثواب ہے گو واجب بھی نہیں ہے، واجب صرف اذان جمعہ کے بعد نماز جمعہ سے فارغ ہونے تک ہے۔ فقط واللہ اعلم

سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ ساہیوال ضلع سرگودھا

۸ر صفر المظفر ۱۳۹۹ھ

بینک میں جمع شدہ رقم کی حیثیت اور اُس کی زکوۃ

بینک کے مختلف کھاتوں میں جو رقم رکھوائی جاتی ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے اور اس کی زکوۃ کا کیا حکم ہے؟ نیز بینک کی طرف سے زکوۃ کی کٹوتی کے بارے میں کیا احکامات ہیں؟ یہ تمام وہ سوالات تھے جن کے بارے میں ایک دور میں سخت تشویش تھی۔ حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ نے اس بارے میں جو تحقیق فرمائی وہ درج ذیل ہے:

بینک اور مالیاتی اداروں میں جمع شدہ اموال شرعاً بینکوں اور اداروں کے مالکوں کے ذمہ قرض ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ بینک اور ادارے والے ان اموال میں تصرف کرتے ہیں اور یہ اموال بعینہٖ محفوظ نہیں رہتے اور چونکہ یہ قرض کی پہلی قسم دین قوی ہے اس لئے جب نصاب کا 1/5 حصہ وصول ہوگا اس وقت اس کی گزشتہ سالوں کی زکوۃ کا ادا کرنا واجب ہوگا۔ اس سے پہلے اس کی زکوۃ کی ادائیگی واجب نہیں ہوگی البتہ اگر کوئی شخص اپنی رضامندی سے وصولی سے پہلے ہی اس قرضے کی زکوۃ ادا کرنا چاہے جو بینکوں اور ان اداروں کے مالکوں کے ذمہ اس کا جواب ہے تو بھی جائز ہے مگر اس کی ادائیگی میں جبر کرنا درست نہیں، اس لئے کہ یہ دین قوی ہے اور دین قوی کی زکوۃ کا ادا کرنا نصاب کے 1/5 حصے کے وصول ہونے سے پہلے واجب نہیں ہوتا، اور بینکوں اور اداروں سے اس قرضے کی زکوۃ وصول کرنا بھی درست نہیں کیونکہ قرض مقروض کا مال ہوتا ہے اور مقروض کے مال میں سے قرض خواہ کی

اجازت کے بغیر زکوٰۃ لے لینے سے قرض خواہ کی طرف سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ہاں اگر کوئی شخص بینک اور دوسرے اداروں کے مالکوں کو اپنے اس قرض کی زکوٰۃ ادا کرنے کا وکیل بنا دے اور یہ اختیار دیدے کہ وہ تاریخ زکوٰۃ آنے پر اس کے اس قرضے سے جو اس کے ذمہ ہے زکوٰۃ منہا کر کے زکوٰۃ فنڈ میں دے دیا کرے تو قرض خواہ کی طرف سے اس کے قرضے کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی بشرطیکہ ادائیگی زکوٰۃ کے وقت قرض خواہ مجنون یا مقروض نہ ہو گیا ہو۔

بینک اکاؤنٹس اور دوسرے مالیاتی اداروں سے زکوٰۃ منہا کرنے کا شرعی رو سے صرف یہی طریقہ درست اور صحیح ہوسکتا ہے۔ قرض خواہوں کے وکیل بنائے بغیر ان کی طرف سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ اموال بینکوں اور اداروں کی ملکیت میں داخل ہیں قرض خواہوں کی ملک نہیں رہے۔ بدائع الصنائع میں ہے ان المستقرض بنفس القبض صار بسبيل من التصرف في القرض من غيراذن المقرض بيعاً وهبتاً وصدقة وسائر التصرفات واذا تصرف نفذتصرفه ولا يتوقف على اجازة المقرض وهذه امارت الملك وكذا مأخذ الاسم دليل عليه فان القرض قطع في اللغة فيدل على انقطاع ملك المقرض بنفس التسليم (ص۳۹٦ ج ۷)

اس سے واضح ہو گیا ہوگا کہ بینک اکاؤنٹس اور دوسرے مالیاتی اداروں سے زکوٰۃ وصول کرنے کا مسئلہ قرض خواہ کے قرض کی زکوٰۃ مقروض کے مال سے وصول کرنے کا ہے جسے عام طور پر اس جگہ نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور بینک اکاؤنٹس کے اموال ظاہرہ اور باطنہ کی بحث شروع ہو جاتی ہے حالانکہ اس بحث کا یہاں کچھ تعلق نہیں کیونکہ یہ اموال خواہ ظاہر ہوں یا باطن بینکوں اور دوسرے مالیاتی اداروں کے مالکوں کے ذمہ قرض ہو کر ان کی ملک میں داخل ہیں قرض خواہ کی ملک ہی نہیں رہے چونکہ قرض مقروض کی ملک ہوتا ہے قرض خواہ کی ملک نہیں ہوتا۔ البتہ قرض کی واپسی مدیون کے ذمہ میں واجب ہوتی ہے اور قرض خواہ کو اپنے قرضے کی واپسی کے مطالبے کا حق حاصل رہتا ہے مگر قرض دینے اور مقروض کے قبضہ کر لینے کے بعد قرض خواہ کا کوئی تعلق اس مال سے نہیں رہتا جیسا کہ بدائع کی عبارت میں اس کی تصریح گزر چکی ہے۔ جو رقم بینک میں بطور امانت (کرنٹ) کے رکھی جاتی ہیں بینک والوں کے اس میں تصرف کر لینے اور اس کے بعینہٖ محفوظ نہ رہنے کی وجہ سے شرعاً وہ رقم بھی امانت نہیں

رہتی اور اس کا حکم بھی وہی ہے جو سیونگ اکاؤنٹ میں رکھی ہوئی رقم کا اوپر لکھا گیا ہے۔

البتہ جو رقم وغیرہ لاکر کی مد میں رکھی جاتی ہے وہ چونکہ بعینہٖ محفوظ اور باقی رہتی ہے، اس لئے وہ جمع کرانے والے کی ملک میں داخل رہتی ہے اور بینک والوں کے پاس وہ بطور امانت کے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے تمام جمع شدہ اموال ان میں تصرف کرنے کی وجہ سے قرض ہو جاتے ہیں اگرچہ ان کو امانت کے طور پر رکھا گیا ہو کیونکہ تصرف کرنے سے امانت امانت نہیں رہتی فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

المودع اذا خلط الودیعة بماله او ودیعة اخری بحیث لایتمیز ضمن کذا فی السراجیہ (ص۳۴۲ ج ۴)

بینک اکاؤنٹس میں بعض اموال ایسے شخص کے بھی ہو سکتے ہیں جو زکوٰۃ وضع کرنے کی تاریخ سے پہلے انتقال کر چکا ہو چونکہ اس کے انتقال کے ساتھ ہی اس کا وہ وکالت نامہ جو اس نے ادائے زکوٰۃ کے لئے دیا تھا ختم ہو گیا اور یہ اموال اس کے وارثوں کا قرضہ بن گئے اور وارثوں میں سے ہر ایک کا صاحبِ نصاب اور عاقل بالغ ہونا ضروری نہیں اور نہ ہی ان ورثاء کی طرف سے بینک وغیرہ کے مالکوں کو ادائے زکوٰۃ کا وکیل بنایا گیا ہے۔ اس لئے انتقال کرنے والے شخص کی توکیل بادائے زکوٰۃ کے باوجود بینک والوں کو اس کے قرضے سے زکوٰۃ ادا کرنا درست نہیں ہوگا۔

سود کے نام سے جو رقم کھاتہ دار کے نام پر جمع کی جاتی ہے چونکہ اس پر قبضہ کرنے سے پہلے وہ کھاتہ دار کی ملک میں داخل نہیں ہوتی اس لئے اس پر اس رقم کی زکوٰۃ بھی واجب نہیں ہوتی اور اس رقم میں سے اڑھائی فیصد کٹوتی کو زکوٰۃ کا نام دینا بھی درست نہیں ہے اور وصولی سے پہلے حلال مال کے ساتھ حرام مال کے مخلوط ہونے کی بحث بھی قبل از وقت ہے چونکہ کھاتہ دار کے اس رقم کو وصول کرنے کے بعد ہی یہ رقم سود اور حرام ہوتی ہے اور وصول شدہ کل سودی رقم کا مالک پر واپس کرنا واجب ہے اور اس کی وصولی سے پہلے یہ رقم بینک کی ملکیت میں داخل ہے جس مد میں وہ چاہے اس کو خرچ کر سکتا ہے مگر کھاتہ دار کو ادا نہیں کر سکتا اس کو دینا سود ہوگا لیکن اگر وہ رقم بینک کی ملک نہ ہو یا ملک تو ہو مگر ملک خبیث ہو تو اس کا پہلے مالک پر واپس کرنا واجب ہوگا۔

(اسلامی حکومت کا مالیاتی نظام ص ۲۴ تا ۲۷)

تعارف وتبصرہ

نام کتاب: اصلاح مفاہیم پر تحقیقی نظر

مجموعہ مضامین: مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ، مفتی سید عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ، مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ ودیگر اکابرین دیوبند

ترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد ابوبکر علوی فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی وجامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

ناشر: مدرسہ خدام اہل سنت تعلیم القرآن کرم آباد وحدت روڈ لاہور

صفحات: ۵۷۴ قیمت: درج نہیں ہے

اللہ تعالیٰ نے سواد اعظم اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کو دین متین کا محافظ بنایا ہے، جس دور میں بھی کوئی شورش ہوئی یا کوئی فتنہ برپا ہوا ان حضرات نے ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا۔

یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کہ چند سال قبل جب محمد مکی مالکی نے عربی زبان میں ایک کتاب مفاهيم يجب ان تصحح کے نام سے لکھی جو بدعات اور شرکیہ عقائد سے لبریز تھی، پھر ''اصلاح مفاہیم'' کے نام سے اس کا اردو ترجمہ شائع کیا گیا تو علماء دیوبند نے للّٰہیت اور اخلاص کے ساتھ حفاظت دین کی خاطر محض خیر خواہی اور اصلاح کیلئے اس بارہ میں مقالات ومضامین تحریر فرمائے جن سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوگیا۔

حضرات علماء دیوبند کے یہ مضامین مختلف رسائل وجرائد میں منتشر تھے، مفتی محمد ابوبکر علوی صاحب مدظلہ نے حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب بدات مدنی مدظلہم کی خواہش پر بڑی محنت اور جدوجہد سے ان کو یکجا کیا اور چار حصوں میں مرتب کیا جس کے نتیجہ میں اب یہ ایک ضخیم کتاب کی شکل اختیار کر گئے ہیں۔

پہلے حصہ میں حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ، دوسرے میں حضرت ترمذی رحمہ اللہ، تیسرے میں حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ اور چوتھے حصہ میں دیگر اکابرین دیوبند کی تحریرات ہیں، اس طرح یہ کتاب ''اصلاح مفاہیم'' کے بارے میں اکابرین کی آراء اور بہت سے مفید وقیمتی مواد پر مشتمل ہے۔

نام کتاب: معارف شیخ الحدیث   مرتب: حافظ قاری محمد اکبر شاہ بخاری

ناشر: زمزم پبلشرز کراچی   صفحات: ۳۱۶   قیمت: درج نہیں ہے

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ کی نادرۂ روزگار شخصیت اندرون و بیرون بڑی شہرت کی حامل اور کسی بھی تعارف سے مستغنی ہے، ان کا تعارف پیش کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

زیر تبصرہ کتاب کے اہم، انفع اور مفید ترین ہونے کیلئے اتنا بھی کافی ہے کہ یہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے علمی، دینی، اصلاحی وتبلیغی مقالات ومضامین کا مجموعہ ہے اور انہی کے قلم فیض رقم سے صادر ہوا ہے، جس میں حضرت سہارنپوری، حضرت تھانوی، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی اور حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہم اللہ کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ مدارس کے ذمہ داروں کیلئے سبق آموز واقعات، نیز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ کے مختصر حالات وخدمات فہرست تصنیفات، ملفوظات وارشادات، آپ کا شجرہ، متوسلین کیلئے تجویز کردہ ابتدائی معمولات اور خودنوشت حالات کے علاوہ اور اہم مضامین شامل ہیں جنہیں شروع کرنے کے بعد پورا کئے بغیر چھوڑنا بہت مشکل ہے۔ اصحاب فضل وکمال اور ارباب علم ودانش بالخصوص حضرت رحمہ اللہ کے متعلقین، متوسلین اور محبین کیلئے یہ قیمتی اثاثہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی شایان شان جزاء عطا فرمائے محترم قاری محمد اکبر شاہ صاحب بخاری زیدمجدہم کو جنہوں نے محنت سے ان مضامین ومقالات کو مرتب کیا اور کتابی شکل دی بعض مضامین کے آخر میں ان کا مأخذ مذکور نہیں ہے امید ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تلافی کردی جائے گی۔ (عبدالناصر ترمذی)

دعائے مغفرت کی درخواست

جامعہ زکریا مخدوم پور پھوڑاں ضلع خانیوال کے بانی حضرت مولانا محمد امین شاہ صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند تلمیذ خاص حضرت مولانا حسین احمد مدنی خلیفہ پیر خورشید احمد صاحب مورخہ ۱۲ شوال ۱۴۲۸ھ/۲۶ اکتوبر ۲۰۰۷ء بروز جمعہ انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا جنازہ صاحبزادہ مولانا سید محمد معاویہ امجد نے پڑھایا جس میں سینکڑوں علماء مشائخ اور قراء وحفاظ کے علاوہ ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی تمام مسلمانوں سے دعائے مغفرت اور رفع درجات کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

مختصر تعارف

بانی مفتی صاحب

بعد الحمد والصلوٰۃ: مدارس اسلامیہ مسلمانوں کے دین کے محافظ اور اسلامی معاشرہ کیلئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں جامعہ حقانیہ بھی اسی سلسلہ کی ایک عظیم کڑی ہے جو بحمداللہ ۷۰ سال سے دینی و علمی خدمات میں مصروف ہے۔ فقیہ الامۃ حضرت مفتی سید عبدالکریم گمتھلوی (تلمیذ رشید شیخ خلیل احمد سہارنپوری، مجاز صحبت حضرت حکیم الامۃ تھانوی) نے سرزمین ہند پر ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء راجپورہ ریاست پٹیالہ میں "عربی مدرسہ" اور شاہ آباد ضلع کرنال میں ایک دینی ادارہ قائم فرمایا، عربی مدرسہ میں ایک عرصہ تک قرآن کریم اور درجہ کتب کی تعلیم ہوتی رہی اور کچھ بیرونی طلبہ بھی مقیم رہے لیکن بعض وجوہ کی بنا پر یہ دونوں مدرسے خاطر خواہ ترقی نہ کر سکے، ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء میں "عربی مدرسہ" راجپورہ کو ترقی دی گئی اور حضرت تھانوی کے ایماء پر شاہ آباد ضلع کرنال میں "مدرسہ قدوسیہ" کے نام سے ادارہ قائم کیا گیا، ۱۳۶۱ھ میں اس کا نام "مدرسہ حقانیہ" رکھا گیا، تقسیم ملک تک دونوں مدرسے دینی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ تقسیم ہند کے بعد ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء میں "مدرسہ حقانیہ" کے نام سے حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ نے شاہ آباد میں قائم "مدرسہ حقانیہ" کی نشأۃ ثانیہ ساہیوال میں فرمائی، بحمداللہ یہ جامعہ دینی، علمی خدمات میں مصروف اور روبترقی ہے۔

جامعہ کا وفاق المدارس سے الحاق: جامعہ درجہ عالمیہ تک وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے ملحق ہے اور درجہ حفظ و درجہ کتب کے فضلاء کو وفاق کی طرف سے جاری کردہ اسنادی دی جاتی ہیں۔

عمارات جامعہ: محلہ قلعہ والا میں اڑھائی کنال رقبہ پر طلبہ کیلئے عمارت کے علاوہ ۴ مرلہ رقبہ پر طالبات کیلئے دو منزلہ عمارت تعمیر ہے، محلہ عباس پورہ میں ایک کنال رقبہ پر وسیع مسجد اور درجہ قرآن کیلئے درسگاہیں تعمیر ہیں، نیز ساہیوال فروکہ روڈ پر جامعہ کے ۲۱ کنال رقبہ پر تعمیر کا نقشہ زیر تجویز ہے جس میں ایک وسیع جامع مسجد کے علاوہ تہہ خانہ، دارالقرآن، درس نظامی کی درسگاہیں، دارالحدیث، دارالافتاء، وسیع کتب خانہ، دارالاہتمام، دارالاقامہ، رہائشی مکانات وغیرہ شامل ہیں۔

جامعہ کے شعبہ جات: تحفیظ القرآن الکریم، درس نظامی، تخصص فی الفقہ، دارالافتاء، تصنیف و تالیف، تعلیم النساء، عمومی دعوت و تبلیغ، ماہنامہ الحقانیہ، نشر و اشاعت۔ جامعہ میں قرآن کریم حفظ و ناظرہ با تجوید اور درس نظامی کی مکمل تعلیم کا انتظام ہے اور تخصص فی الفقہ میں مختلف جامعات کے فضلا اور علما استفادہ کر رہے ہیں، دارالافتاء سے اسلامی احکام اور روزمرہ زندگی کے مسائل میں زبانی اور تحریری طور پر مسلمانوں کی رہنمائی کی جاتی ہے، شعبہ تصنیف و تالیف میں اب تک ۱۵۰ کے قریب کتابیں لکھی جا چکی ہیں جن میں تکملہ احکام القرآن عربی بھی شامل ہے جو تقریباً دو ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ طالبات کیلئے بھی قرآن کریم حفظ و ناظرہ کے علاوہ دورہ حدیث تک کی تعلیم کا علیحدہ مستقل انتظام ہے۔

شاخہائے جامعہ: مدرسہ فاروقیہ عثمانیہ للبنات محلہ چوہدریانوالہ ساہیوال، جامعہ حقانیہ للبنات محلہ کوٹ لشکر خان ساہیوال، جامعہ حقانیہ چوہال، جامعہ حقانیہ چاوے والا، جامعہ حقانیہ چکبندی، جامعہ حفصہ للبنات پٹھان کوٹ، جامعہ حقانیہ شاہ پور روڈ۔

زیر تعلیم طلبہ و طالبات: طلبہ و طالبات کی تعداد تقریباً ۸۰۰ کے قریب ہے، دارالاقامہ میں مقیم طلبہ ۱۰۰ سے زائد ہیں۔

جامعہ کا کل عملہ ۴۳ افراد پر مشتمل ہے۔ اس سال کی آمدن ۱۹۰۵۲۳۵ اور خرچ ۲۶۲۳۱۵۴ روپے ہے۔

تمام اخراجات محض توکلاً علی اللہ پورے ہو رہے ہیں، نہ چندہ کی اپیل کی جاتی ہے اور نہ ہی حکومت سے مالی امداد لی جاتی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جامعہ اور تمام دینی اداروں کو ترقیات سے نوازیں اور ہر قسم کے شرور و فتن سے محفوظ فرمائیں، نیز تمام معاونین کو جزائے خیر اور حضرت بانی جامعہ کو بلندی درجات سے سرفراز فرمائیں، آمین۔